وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مومنین

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

مقام اشاعت: ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱
۲۳۹۳۱

ماھنامہ

میثاق

لاھور

جلد ۳۲ | شمارہ ۱۲ | ربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۳ء

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰/- روپے
قیمت فی شمارہ ۳/- روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون ۸۵۲۶۱۱
سب آفس: ۱۱ داؤد منزل نزد آرام باغ۔ شاہراہ لیاقت۔ کراچی۔

مشمولات

تذکرہ و تبصرہ ——— ۳
عاکف سعید
الہدیٰ ——— ۵
ڈاکٹر اسرار احمد
مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق ——— ۱۷
ڈاکٹر اسرار احمد
شرک اور اقسامِ شرک (قسط ۲) ——— ۲۳
ڈاکٹر اسرار احمد
قرآن کا عجیب ہونا ——— ۳۹
محمد اقبال واقد
اظہارِ حق (قادیانیت اپنے لٹریچر کے آئینہ میں) ۴۷
قاری نصیر احمد
افکار و آراء ——— ۶۱
ادارہ
تبصرہ کتب ——— ۶۳
ادارہ
رفتارِ کار ——— ۶۵

ماہ ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ کے موقع پر

سیرتِ نبویؐ کے ضمن میں دو ۲ عظیم تحفے

ڈاکٹر اسرار احمد

صدر مؤسس، مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور و امیر تنظیمِ اسلامی
کے دروس و تقاریر کے دو مجموعے اعلیٰ دبیز کاغذ پر خوشنما طباعت کے ساتھ:

رسولِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی پاکستان ٹی وی سے نشر شدہ ۱۲ تقاریر کا مجموعہ اور

فرائضِ دینی اور اسوۂ رسولؐ

سورۂ احزاب رکوع ۲، ۳ کی روشنی میں

تبلیغی مقاصد کے پیش نظر — ہدیہ صرف چھ روپے فی کتاب — محصول ڈاک علاوہ

مرکزی انجمن خدّام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاکف سعید

تذکرہ و تبصرہ

الحمدُ للہِ وَالمِنّۃ زیرِ نظر شمارے پر، ہماری تقویم کے اعتبار سے ماہنامہ میثاق کی بتیسویں جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ــــ یہ 'تقویم' کا معاملہ بھی بہت عجیب ہے ۔ ایک تقویم ہماری ہے جو گردشِ لیل و نہار سے تشکیل پاتی ہے اور جس کا معاملہ وہی ہے بقولِ شاعر کہ "میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ !" اس حقیقت کو سورۃ بنی اسرائیل میں نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا کہ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط "ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ۔ سو ہم نے رات کی نشانی تو دھندلی کر دی اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کے فضل کے لئے کوشش کرو اور تاکہ تم سالوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو"۔ اور ایک تقویم اللہ کی ہے جس میں سلسلۂ روز و شب کا کوئی دخل نہیں ۔ بلکہ وہاں تو معاملہ یہ ہے کہ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ یعنی اللہ کا ایک دن ہمارے حساب سے ایک ہزار برس کے مساوی ہے ۔ گویا اللہ کے ہاں وقت کے پیمانے بہت مختلف ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ المعارج میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بارے میں فرمایا اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۔ یعنی ان لوگوں کو قیامت بہت دُور کی بات معلوم ہوتی ہے جبکہ ہمارے لئے یہ بالکل سامنے کی بات ہے ۔

اس تمام تر بحث میں ہمارے لئے قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ وقت کی پیہم روانی کے ساتھ ساتھ ہماری مہلتِ عمر میں بھی مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے ۔ اس زندگی میں جو درحقیقت دقفۂ امتحان ہے، ہمارا اصل سرمایہ 'وقت' ہے ۔ لہٰذا واضح رہے کہ اگر اس وقت کا مصرف صحیح ہو گا تبھی آخرت میں ہم اپنے خونِ جگر ... [illegible]

بصورتِ دیگر انجام معلوم! سورۃ العصر میں انسان کی عمومی ناکامی اور خسران پر عصر (وقت) ہی کو بطور گواہ پیش کیا گیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ 'وقت' انسان کا اصل سرمایہ اور راس المال ہے۔ اور اسی سلسلۂ روز و شب میں ہمیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے لئے دائمی نجات یا اپنی تباہی کا سامان کرنا ہے۔ اقبال نے اپنی مشہور نظم 'مسجد قرطبہ' کے آغاز میں اس حقیقت کو بڑے دلنشیں انداز میں پیش کیا ہے کہ:

سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات — سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب، تارِ حریرِ دو رنگ — جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلۂ روز و شب سازِ ازل کی فغاں — جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بمِ ممکنات

بات ادھوری رہ جائے گی اگر اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس حدیث کا ذکر نہ آئے جو اس موضوع پر حرفِ آخر اور حد درجہ چونکا دینے والی ہے۔ آپؐ نے اس حقیقت کو نہایت سادہ الفاظ میں بیان فرمایا:
كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْمُوْبِقُهَا ۔ "نوعِ انسانی کا ہر فرد صبح کرتا ہے پس وہ اپنے نفس کو بیچتا ہے (یعنی اپنی صلاحیتوں کو کھپا کر قیمت وصول کرتا ہے) پھر یا تو وہ اپنے نفس کو آزاد کرا لیتا ہے (آگ کے عذاب سے) اور یا وہ اُسے ہلاکت سے دوچار کر دیتا ہے۔" اس موقعہ پر جبکہ ہمارا ایک تقویمی سال اختتام کے قریب ہے ہمیں اس حدیث کی روشنی میں اپنے معمولاتِ روز و شب کا جائزہ لینا چاہیئے آیا ہم اپنے اوقات اور صلاحیتوں کے عوض آخرت کی کامیابی خرید رہے ہیں یا اُن کے ذریعے ہلاکت کو اپنا مقدر بنا رہے ہیں! اور محاسبۂ نفس کا یہ سلسلہ ہمارے معمولات کا جزو بننا چاہیئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا ۔

الہدیٰ

(نویں نشست)

مقامِ عزیمت
اور
حکمتِ قرآنی کی اساسات

(سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع کی روشنی میں)

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

(۳)

السلام علیکم — نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ
اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ○ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

حاضرینِ گرامی وناظرینِ کرام!

قرآنِ حکیم کے جس منتخب نصاب کا ان مجالس میں ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس کا درسِ ثالث سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع پر مشتمل ہے۔ گذشتہ دو نشستوں میں ہم اس رکوع کے مضامین پر کسی قدر گفتگو کر چکے ہیں۔ اس رکوع میں حکمتِ قرآنی کی جو اساسات بیان ہوئی ہیں اور جن مقاماتِ عزیمت کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے ان کا حق ادا کرنا اس محدود اور مختصر وقت میں تو ممکن نہ تھا تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ اس رکوع کا اصل سبق اور حاصل آپ حضرات کے سامنے ضرور آجائے۔ آج کی نشست میں میرا ارادہ یہ ہے کہ ہم اس رکوع کی آیت ۱۲

پھر مزید غور کریں - اس آیت میں حضرت لقمان کی اوّلین نصیحت وارد ہوئی ہے۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی - میں نے آغاز میں اسی آیت مبارکہ کی تلاوت کی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے -

"اور یاد کرو جبکہ کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے اور وہ اُسے نصیحت کر رہے تھے کہ اے میرے بچّے! اللہ کے ساتھ شرک مت کیجیو- یقیناً شرک بہت بڑا ظلم، بہت بڑی ناانصافی ہے -"

سب سے پہلے یہ بات جان لیجئے کہ از روئے قرآن ہمارے دین میں شرک سب سے بڑا گناہ ہے یہ ایسا جرم ہے جو ناقابل معافی ہے - سورۃ النساء میں دو مرتبہ اس بات کو وضاحت سے بیان کیا گیا - آیت نمبر ۴۸ کے الفاظ ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ "اللہ تعالٰی اسکو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے البتہ ان سے کمتر خطاؤں اور تقصیروں میں سے جسے چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے بہت ہی بڑا جھوٹ گھڑا اور بہت بڑے گناہ اور گستاخی کا ارتکاب کیا - اس سورۃ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں یہ مضمون دوبارہ وارد ہوا اس شان کے ساتھ کہ آیت کا پہلا حصہ بعینہٖ وہی ہے جو آیت نمبر ۴۸ کا ہے یعنی اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ - دوسرے حصے میں معمولی تغیر ہے چنانچہ یہاں فرمایا وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا "اور جس نے بھی اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ تو بلاشبہ گمراہی اور ضلالت میں بہت دُور نکل گیا -" گویا یہاں یہ بات مزید واضح ہوگئی کہ شرک میں ملوث ہونے والا انسان گمراہی میں اتنی دُور تک نکل جاتا ہے کہ اب اُس کے لئے معافی اور بخشش کا کوئی امکان موجود نہیں ہے -

دوسری بات قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ گناہ اور یہ جرم بہت ہمہ گیر ہے اور اتنا عام ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں

کی اکثریت — اس میں ملوث ہو جاتی ہے - سُورۃ یوسف میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں - وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ہ "وہ انسانوں کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں رکھتی مگر یہ کہ ذاتِ تعٰ کے ساتھ کسی نہ کسی نوع کا ، شرک بھی کرتی ہے" لوگ اللہ کو مانتے ہیں اُس پر ایمان لاتے ہیں لیکن خالصتاً توحید کے ساتھ اللہ کو ماننا یہ کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے - بالعموم اللہ کو ماننے والے شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی نہ کسی نوع کے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں - علامہ اقبال نے شرک کی اسی ہمہ گیری کی طرف اشارہ کیا ہے اس شعر میں کہ ؎

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

تیسری بات یہ کہ شرک کی بہت سی اقسام ہیں - اور یہ بہت متنوّع صورتوں میں ظہور کرتا ہے - بلکہ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ ہر دور کا ایک خاص شرک ہوتا ہے اگر کوئی انسان اُس دور کے شرک کو نہ پہچان پائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ سابقہ ادوار کے تمام شرکوں سے تو بچا ہوا ہو اور اپنے خیال میں وہ بہت بڑا موحد ہو لیکن وہ اپنے دور کے شرک کو نہ پہچان پایا ہو اور لاعلمی میں وہ اس میں ملوث ہو گیا ہو — اس دور کا شرک میرے نزدیک جو سب سے عام اور سب سے زیادہ پھیلا ہوا ہے وہ مادّہ پرستی کا شرک ہے - ہمیں مادے پر اور اسکی تاثیرات پر پورا یقین اور اعتماد ہے - اور ذات باری تعالےٰ پر اُتنا بھی توکل، یقین اور اعتماد نہیں رہا - جو ایمان حقیقی کے لیئے لازمی و لابدی ہے — اقبال نے اسے اس شعر میں بڑی خوبصورتی سے کہا ہے کہ :

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے — !

ایمان اصل میں نام ہے اللہ پر توکل اعتماد اور بھروسے کا — اور اس کی نفی کفر اور شرک ہے - لہذا شرک کے بارے میں بہت حساس ہونے

کی ضرورت ہے۔ اگر انسان کو وہ کیفیت میسر نہ آئے جو فارسی کے ایک شعر میں بیان ہوئی ہے کہ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

تم چاہے کسی رنگ کا لباس پہن لو۔ میں تمہیں تمہارے قد سے پہچان لوں گا۔ بالکل وہی کیفیت ہوتی ہے کہ یہ شرک کی بیماری جس صورت میں بھی کسی دور میں اور کسی معاشرے میں ظہور کر رہی ہو نگاہ اتنی دور رس ہو کہ وہ پہچان لے کہ یہ شرک ہے۔ تب ہی اس بات کا امکان ہے کہ انسان شرک سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

چوتھی تمہیدی بات یہ نوٹ کر لیجئے۔ یہ درحقیقت ان تینوں باتوں کا منطقی نتیجہ ہے کہ شرک سے بچنا کلیتہً آسان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی آیا ہے، آپ ان کی عظمت کو ذہن میں رکھیئے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں حضرت ابراہیم جو کہ ابو الانبیاء ہیں۔ ہم درود میں بھی انکی مثال پیش کرتے ہیں۔ اللّٰھم صلّ علےٰ محمد و علےٰ اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مجِیْدٌ۔ خلیل اللہ ہیں۔ امام الناس ہیں۔ لیکن قرآن مجید اکثر جہاں انکا ذکر کرتا ہے۔ جہاں بات آکر ختم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ "ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھے"، معلوم ہوا کہ یہ آخری سند ہے جو اللہ کی طرف سے کسی بندے کو عطا ہو جائے۔ یہ سب سے بڑا سرٹیفکیٹ ہے۔ یہ سب سے قیمتی Testimonial ہے جو اللہ کی طرف سے کسی کو دیا جاتے کہ "میرا یہ بندہ مشرک نہیں ہے"، گویا کہ اس میں انسان کے لئے ساری ہی مدح وستائش آگئی ہے۔

اب ذرا ذہن میں رکھیئے شرک اصل میں کہتے کسے ہیں۔ اشرک یعنی اشراک باللہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر دینا۔ جس کو اس آیہ

مبارکہ میں کہا گیا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۔
"بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے" ۔ ظلم عربی زبان میں کہتے ہیں ۔ وضع الشیٔ فی غیر محلہٖ ۔ "کسی شے کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر رکھ دینا" یہ ظلم ہے ۔ ہر چیز کو اُسکے مقام پر رکھیئے ۔ یہی عدل ہے ۔ یہی انصاف ہے شرک میں دو صورتیں لامحالہ ہوں گی ۔ یا تو اللہ تعالےٰ کو اس کے مقام رفیع سے گرا کر مخلوقات کی صف میں لا کر کھڑا کیا جائے گا ۔ کوئی صفت جو صرف مخلوقات کے لئے ہو گی اُس سے اللہ تعالےٰ کو متصف کر دیا جائے گا ۔ یا مخلوقات میں سے کسی کو اٹھا کر اللہ کے برابر لا بٹھایا جائے گا ۔ اور جو صفات صرف باری تعالٰی کے لئے مختص ہیں ۔ ان سے کسی مخلوق کو متصف تسلیم کیا جائے گا ۔ یہ دونوں صورتیں یکساں "ظلم" ہیں ۔ وضع الشیٔ فی غیر محلہٖ اللہ کو اُس کی اُس منفرد شان رفیع سے گرانا بہت بڑا ظلم ہے ۔ مخلوق کو اس کا جو اصل اور حقیقی مقام ہے اُس سے اٹھا کر اللہ کا ہمسر ۔ ہم پلہ ۔ ند ۔ ضد ۔ مدِ مقابل بنا دینا ۔ بہت بڑا ظلم ہے ۔

اب ذرا اختصار کے ساتھ شرک کی چند قسموں کو سمجھیئے ۔ اگرچہ اس کی تقسیمیں مختلف اعتبارات سے ہو سکتی ہیں ۔ لیکن میں جس پہلو سے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں ۔ شاید آپ بھی محسوس کریں کہ وہ بہت Comprehensive بات ہو جائے گی شرک کی تین موٹی موٹی قسمیں ہیں ۔ "ایک شرک فی الذات" ۔ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک بنا دینا ۔ یہ بدترین شرک اور عریاں ترین شرک ہے ۔ پھر شرک فی الصفات ہے ۔ یہ معاملہ کسی علمی مغالطے کے باعث بھی ہو سکتا ہے ۔ تیسرا شرک فی الحقوق ہے ۔ اللہ کے حقوق میں کسی کو اس کا ساجھی بنا دینا ۔ لہٰذا شرک کی یہ تین بڑی بڑی قسمیں ذہن میں رکھیئے ۔ پھر ان کو علیحدہ علیحدہ سمجھیئے ۔

شرک فی الذات یعنی ذاتِ باری تعالےٰ میں کسی کو شریک کر دینا ۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۔ اس میں سے جو سب سے زیادہ مکروہ قسم ہے ، عجیب ستم ظریفی ہے کہ یہ ان قوموں میں پیدا ہوئی ہے جو نبیوں اور رسولوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتی ہیں یہودیوں میں بھی ایک جماعت ہے جس

نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ مشرکینِ عرب حضرت ابراہیمؑ کے نام لیوا تھے۔ انہوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے دیا۔ عیسائیوں نے یہ ظلم ڈھایا کہ اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ کا صلبی بیٹا قرار دے دیا۔ اس شرک پر اللہ کا بڑا غضب بھڑکتا ہے۔ سورہ مریم کی آیات نمبر ۸۸ تا ۹۲ میں اس کا اظہار یوں فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۙ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ

"انہوں نے رحمان کے بارے میں کہا کہ اس نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے۔ لوگو! تم بہت بڑی گستاخی کی بات کر رہے ہو۔ یہ گستاخی اللہ کی جناب میں اتنی شدید ہے کہ آسمان پھٹ پڑنے کو ہے زمین شق ہونے کو ہے اور قریب ہے کہ پہاڑ ایک دھماکے کے ساتھ زمین بوس ہو جائیں۔ اس گستاخی پر کہ لوگوں نے رحمٰن کے لئے بیٹا تراش لیا حالانکہ رحمٰن کے شایانِ شان بھی نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔"

اس شرک فی الذات کی دوسری صورت پیدا ہوتی ہے فلسفیانہ مذاہب میں۔ ان میں حلول اور تجسّم کے عقیدے پیدا ہوئے جس کا مطلب ہے کہ اس پوری کائنات میں اللہ حل ہو گیا ہے اسی کا دوسرا نام ہمہ اوست Pantheism ہے گویا اللہ ہی نے اس کائنات کی صورت اختیار کر لی ہے۔ معلوم ہوا ہر شے اب اللہ کی ذات کا عین بن گئی ہے یہ بدترین شرک ہے پھر ایک اور عقیدہ اوتار پیدا ہوا۔ یعنی اللہ کسی انسانی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے کسی انسان میں حلول کر لیتا ہے۔ اوتار۔ Incarnation کا عقیدہ یہ بھی بدترین شرک فی الذات ہے۔ آگے چلئے۔ شرک فی الصفات کیا ہے۔ صفات کا معاملہ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا۔ کچھ وہ علمی نوعیت کا ہے۔ اس لئے کہ ہماری زبان میں الفاظ مشترک

ہیں جو ہم اللہ کے لئے بھی بطور صفت بولتے ہیں اور مخلوقات کے لئے بھی بولتے ہیں - اللہ بھی موجود ہے ہم بھی موجود ہیں - اللہ بھی زندہ ہے - ہم بھی زندہ ہیں - اللہ بھی سنتا ہے - ہم بھی سنتے ہیں - اللہ دیکھتا ہے - ہم بھی دیکھتے ہیں - اب اس لفظی اشتراک سے مغالطہ ہو جائے گا - حالانکہ اس اطلاق میں زمین و آسمان کا فرق ہے - ان صفات کا اطلاق جب اللہ پر ہوتا ہے تو مفہوم کچھ اور ہے - یہی صفات جب مخلوقات کے لئے استعمال ہونگی تو ان کا مفہوم کچھ اور ہوگا - تین چیزوں کو ضرور ذہن میں رکھئے تاکہ اس معاملے میں مغالطے سے نجات حاصل ہو - اللہ کا وجود ذاتی ہے - اور صفات بھی ذاتی ہیں - ماسوا اللہ کا وجود بھی عطائی ہے - ان کو اللہ نے وجود بخشا ہے اور صفات بھی اللہ کی دی ہوئی ہیں - اللہ کا وجود بھی لامحدود ہے اور صفات بھی لامحدود - ماسوا اللہ کے جو بھی مخلوق ہے اُس کا وجود بھی محدود - صفات بھی محدود - اللہ کی ہستی بھی قدیم ہے اور وہ حادث نہیں - ہمیشہ سے ہے - ہمیشہ رہے گی - اس کی صفات بھی قدیم - اس کے برعکس مخلوق کا معاملہ ہے کہ ان کی صفات بھی حادث ہیں جیسے کہ ان کا معاملہ حادث ہے - ان تین چیزوں کا اگر فرق سامنے رکھا جائے تو پھر اس میں مغالطہ نہیں ہوگا اور اگر اس میں ذرا لے احتیاطی ہو جائے تو شرک کا امکان پیدا ہو جائے گا -

اب آیئے شرک کی تیسری قسم کی طرف یعنی اللہ کے حقوق میں کسی کو ساجھی بنا دینا - اگر ہم اللہ کے حقوق کا شمار کریں تو ہم اس کا احصاء نہ کر سکیں گے لیکن ایک لفظ ایسا ہے کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں - اُس ایک لفظ میں سب حقوق آجاتے ہیں اور وہ لفظ ہے - "عبادت" اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے - لیکن اس عبادت کی بھی کوئی تشریح ہوگی تو بات سمجھ میں آئیگی - اس ضمن میں میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ پانچ چیزیں آپ گن کر اچھی طرح ذہن نشین کر لیں - عبادت میں اہم ترین چیز ہے **اطاعت**

توحید فی الاطاعت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت تمام اطاعتوں پر غالب آجائے۔ تمام اطاعتیں اللہ کی اطاعت کے تابع ہوں۔ اگر کسی کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے برابر ہو گئی تو یہ شرک فی الاطاعت ہو جائے گا۔ تمام اطاعتیں اللہ کے تابع ہوں تو یہ توحید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا طاعۃ لمخلوقٍ فی معصیۃ الخالق "وہ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہو گی اُس چیز میں کہ جس میں خالق کی معصیت لازم آ رہی ہو" اللہ کی اطاعت کے تابع والدین کی اطاعت بھی ہے۔ اساتذہ کی بھی ہے۔ حکام کی بھی ہے۔ اولی الامر کی بھی ہے۔ لیکن کوئی اطاعت اللہ کی اطاعت سے آزاد نہ ہو۔ اگر آزاد ہوئی تو یہ شرک فی الاطاعت ہو گا۔ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ اللہ کی اطاعت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہو گی۔ قرآن حکیم بھی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ملا ہے اور اس میں یہ قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے کہ "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ"۔

دوسری چیز ہے محبت۔ تمام محبتیں اللہ کی محبت کے تابع ہوں۔ کوئی محبت اللہ کی محبت کے ہم پلہ نہ ہو ہمارے قلب کے سنگھاسن پر جو بالا ترین محبت ہو۔ وہ اللہ کی ہو۔ اگر کسی اور کی محبت برابر آکر بیٹھ گئی۔ تو جان لیجئے کہ یہی تو شرک ہے۔ یہ دو چیزیں اطاعت اور محبت بہت اہم ہیں ان کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔ یہ یوں سمجھئے کہ یہ وہ اصول ہیں کہ جن کو انسان خود Apply کر سکتا ہے۔ اصول اگر ہاتھ میں آجائیں تو انکا اطلاق کر کے انسان تمام مسائل حل کر لے گا۔ ایک اس بات کا پھر اعادہ کر رہا ہوں کہ اطاعت اور محبت دونوں کے اعتبار سے اللہ کے ساتھ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم -Brackel- ہے۔ اطاعت اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی تمام اطاعتوں پر غالب ہو، محبت اللہ کی اور اسکے رسول کی تمام محبتوں پر غالب ہو۔ یہ توحید ہے۔ کوئی اور محبت ان کے ہم پلہ ہو گئی۔ کوئی اور اطاعت ان کے برابر ہو گئی تو یہ شرک

فی الاطاعت اور شرک فی المحبت ہو گا۔

تیسری چیز ہے دُعا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ الدعاءُ مخ العبادۃ عبادت کا جوہر دعا ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ الدّعاءھُو العبادہ" دُعا ہی اصل عبادت ہے۔ دعا اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا: لَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ اللہ کے سوا کسی اور سے دعا نہیں کر سکتے۔ پکارو اُسی کو۔ مانگو اُسی سے۔ یہ ہو گی توحید فی الدعاء اور اگر اللہ سے بھی مانگ رہے ہو اور کسی اور سے بھی تو یہ شرک فی الدُعا ہے۔

چوتھی چیز ہے اخلاص۔ اگر اسمیں ریاکاری کا کہیں شائبہ ہو گیا تو یہ بھی شرک ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: مَن صَلّٰی یُرائی فقد اشرك۔ ومن صام یرائی فقد اشرك ومن تصدق یرائی فقد اشرك۔ "جس نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی وہ شرک کر چکا۔ جس نے دکھلاوے کیلئے روزہ رکھا وہ شرک کر چکا۔ جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ وخیرات کیا وہ شرک کر چکا"۔ "یہ شرک خفی کہلاتا ہے۔ نظر نہیں آتا۔ وہ جو اقبال نے کہا کہ: "ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں" تو اس کا اطلاق ایسی نوع کے شرک پر ہوتا ہے۔ یہ تجزیہ حضورؐ نے کر کے بتایا کہ اگر ایک شخص نماز پڑھنے کھڑا ہوا اور اس نے دیکھا کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے اس لئے سجدہ طویل کر دیا تو اس نے شرک خفی کا ارتکاب کیا۔ چونکہ اس طرح اس سجدے کے مسجود دو ہو گئے۔ اللہ کو بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اور جسے دکھا رہا ہے گویا اُسے بھی سجدہ کر رہا ہے۔

پانچویں اور آخری چیز اسی ضمن میں یہ ہے کہ کچھ مراسم عبودیت ایسے ہیں جو صرف اللہ کے لئے خالص ہیں۔ سجدہ نہیں ہو گا سوائے اللہ کے کسی کو بھی ــــ اس معاملے میں شیخ احمد سرہندیؒ کا جو مقام اور جو عزیمت تھی اُسے علامہ اقبال نے خوب تعبیر کیا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے ۔۔۔ جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اسی طرح رکوع بھی اللہ کے لئے خاص ہے اس کے خلاف عمل شرک فی العبادہ میں شمار ہوگا۔

میں نے شرک کی چند موٹی موٹی اقسام آپ کے سامنے بیان کردیں۔ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ کتنا ہمہ گیر معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا فہم عطا فرمائے اور ہر نوع کے شرک سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب اگر اسمیں مزید تشریحات مطلوب ہوں تو میں حاضر ہوں۔

سوال : ڈاکٹر صاحب بعض مذاہب یا بعض قومیں گذری ہیں جن میں اس قسم کے تصوّرات تھے کہ اللہ تعالیٰ (Agents) کے طور پر اس کائنات کا نظام چلانے پر مامور ہیں۔ جیسے ہندومت اور قدیم یونانی مذہب جیسے یہ رومن دیو۔ خدا تعالیٰ کا تصوّر تو ان کے یہاں موجود ہوتا تھا۔ کیا یہ بھی ---- شرک ہے؟

جواب ، اگر ان کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ وہ مختار ہیں۔ اپنی آزاد مرضی سے کچھ کرسکتے ہیں۔ آپ کی دُعائیں سن کر آپ کی تکلیف کو رفع کرسکتے ہیں تو یہ شرک ہے۔ اصل میں یہ God and Goddesses اور دیویوں اور دیوتاؤں کا جو تصوّر ہے یہ ایمان بالملائکہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ملائکہ تو ہم بھی مانتے ہیں لیکن ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ وہ اللہ کے کسی حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ وہی کرتے ہیں جس کا حکم انہیں اللہ دیتا ہے" تو یہاں بات شرک سے علیحدہ ہوجائیگی۔ اور جہاں انہیں خود مختار سمجھا جائے اور ان کو پکارا جاتے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ حاجت روائی کرسکتے ہیں۔ ہماری تکلیفیں رفع کرسکتے ہیں تو اسی تصوّر سے شرک شروع ہوجاتے گا۔

سوال : ڈاکٹر صاحب ہم اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ مثلاً۔ شادی بیاہ کے رسم ورواج میں برادری کا لحاظ کرتے ہیں۔ اور اس میں اسلام کے احکام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کیا یہ بھی شرک ہے؟

جواب : میں آپ کو قرآن مجید کے حوالے سے بتا دوں کہ ایک سے زائد مقامات پر یہ مضمون آیا ہے ۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ ۔ یعنی اے نبیؐ کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا " تو صرف سامنے کی رکھی ہوئی ۔ مورتیں ہی نہیں پوجی جاتیں ۔ وہ اندر جو نفسانی خواہشات ہیں اُن کو بھی پوجا جاتا ہے ۔ تو یہاں لفظ الٰہ آیا جو ہمارے کلمہ طیبہ کے جزو اوّل میں ہے ۔ لا الٰہ الا اللہ اور قرآن کی اس آیت میں آیا اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ اپنی ہوائے نفس کو اس نے اپنا معبود بنا لیا ۔ اس جواب سے آپ نتائج خود اخذ کر سکتے ہیں ۔

سوال : ڈاکٹر صاحب! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ "جن لوگوں نے خدا کی نسل بنائی اور بیٹا بنایا ان کے لئے آسمان پھٹنے والا ہے اور بڑا عذاب آنے والا ہے"۔ لیکن ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آج وہی قومیں دنیا میں ترقی پر ہیں اور ہم لوگ ذلت میں اور گھاٹے میں جا رہے ہیں ۔ ایسا کیوں ہے ؟

جواب : اصل میں اللہ تعالےٰ کے زمان و مکان کے پیمانے اور ہیں اور ہمارے اور ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کے حساب میں یہ ایک چشم زدن والا مسئلہ ہے ۔ جیسے کہ سورۃ معارج میں آیا ہے اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا جو انجام ہونے والا ہے ـــ وہ اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے تو اس پہلو سے وقتی طور پر دھوکا نہیں کھانا چاہیئے ۔ اور متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ اصل میں دیکھنا یہ چاہیئے کہ صحیح بات کیا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ انکی قضا انکے سروں پر منڈلا رہی ہو ۔

سوال : آجکل کے دور میں ہم لوگوں نے جو معمولات بنا رکھے ہیں ۔ جیسے کسی نے اپنی روزی کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے ۔ کسی نے ملازمت کو، تو کیا یہ بھی شرک ہے ـــ ؟

جواب : میں نے ابھی عرض کیا کہ اگر کسی چیز کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے آزاد ہے تو شرک ہے ۔ کسی چیز کی محبت اللہ کی محبت پر غالب ہو گئی یا برابر ہو گئی تو شرک ہے ۔ اب اس سے اپنے آپ کو بچانا ہے ۔ بچانے کی تدبیر

کیا ہوگی ؟ ہمارا جتنا یقین محکم ہوگا — جتنا توکل اور اعتماد ہوگا اللہ پر اتنا ہی ہم ان تمام چیزوں سے بچ سکیں گے جیسے کہ علامہ اقبال نے کہا کہ :

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے۔
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اب اگر یقین ہی مضمحل ہے۔ اللہ پر توکل اور اعتماد نہیں ہے اور مقصود و مطلوب کے درجہ میں دنیا اور اسباب دنیا آ گئے ہیں تو گویا ظاہر بات ہے کہ روپیہ پیسہ نے معبود کا مقام حاصل کر لیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے بظاہر احوال یہ سمجھ لیا کہ میری منفعت فلاں سے وابستہ ہے اور اس کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے تو اس کا یہ رویہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس کا توکل اور اعتماد اللہ پر نہیں بلکہ اسباب ظاہریہ پر ہو گیا ہے۔ اس کے علاج کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللہ پر یقین کیساتھ توکل بھروسہ ہو اور ایک مسلمان شعوری طور پر جان لے کہ اس کا حقیقی مولا، کارساز حاجت روا اللہ ہے۔ یہ مقام و رضا توحید کی اکمل چوٹی ہے۔

حضرات ! اس مختصر سے وقت میں اس وسیع موضوع کے بارے میں اختصار و اجمال کے ساتھ جو باتیں سامنے آئی ہیں، ان کے متعلق میں عرض کروں گا کہ ان کو بھی ہم مضبوطی کے ساتھ اپنے اذہان و قلوب کی گرفت میں لیں اور اپنے اعمال کو ہر نوع کے شرک کی آلودگی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ ساتھ ہی اللہ تعالٰے سے ہر وقت یہ دعا کرتے رہیں کہ وہ ذات سبحانہ و تعالٰے ہمیں شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور توحید کی لازوال دولت سے ہمیں مالا مال فرمائے۔ اگر ہمیں اجتناب شرک اور التزام توحید کی سعادت نصیب ہو جائے تو یہ ہماری اُخروی کامیابی اور فوز و فلاح کے لئے کافی ہوگی۔

اللّٰھم انّا نعوذ بك من الشك والشرك
وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین ۝

مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق

اہمیت، اساس اور مقصد

ڈاکٹر اسرار احمد

(ایک نشری تقریر جو ریڈیو پاکستان سے ۱۳ نومبر ۸۲ء کو نشر ہوئی)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ۰ اما بعد : فقد قال الله تعالیٰ فی سورة آل عمران : اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم، بسم الله الرحمٰن الرحیم - وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ــــ وقال تبارک وتعالےٰ، وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ وقال عز وجل فی سورة الانفال : وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۰ صدق الله العظیم -

ابھی قرآن حکیم کی جو تین آیات مبارکہ تلاوت کی گئی ہیں، وہ من جملہ ان کثیر آیات کے ہیں جن میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا درس بلکہ حکم دیا گیا ہے۔

جہاں تک اتحاد و اتفاق کی برکات کا تعلق ہے، ان کا بیان تحصیل حاصل ہے - اس لئے کہ یہ ان عالمی مسلمات میں سے ہیں کہ جن کے بارے میں کسی اختلاف کی سرے سے گنجائش ہی نہیں ہے - یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں بولی جانے والی زبان میں اس کے ضمن میں کہاوتیں اور ضرب الامثال کثرت

سے موجود ہیں - مثلاً : انگریزی میں ؛ United you stand
divided you fall! اور ؛ A home divided
Amongst itself Cannot stand!
وغیرہ بہت سے فقرے اور جملے زبان زدِ خواص و عوام ہیں - اور یہی حال دُنیا کی ہر زبان کا ہے -

قرآن حکیم کی جو آیات ابتداء میں تلاوت کی گئی تھیں، ان میں سے سُورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں مثبت انداز میں حکم دیا گیا "اور اللہ کی رسّی کو سب مل جل کر مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں مبتلا ہونے سے بچو!" — اور آیت نمبر ۱۰۵ میں تنبیہ اور تہدید کے انداز میں فرمایا "اور ان لوگوں کے مانند نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ بازی کی روش اختیار کی اور روشن تعلیمات کے آجانے کے بعد بھی باہمی اختلافات کو ہوا دی - یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دردناک عذاب دیا جائے گا" —— اسی طرح سورۃ انفال کی آیت ۴۶ میں تنازعہ و اختلاف اور انتشار و افتراق کے عواقب و نتائج سے خبردار کیا گیا کہ "اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور آپس میں مت جھگڑو، اس سے تمہاری ہمتیں بھی پست ہو جائیں گی اور تمہاری ہوا بھی اکھڑ جائے گی اور اس کے برعکس، صبر کی روش اختیار کرو - یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے!"

ذرا غور کیا جائے تو ان آیات مبارکہ میں جہاں اتحاد و اتفاق کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور افتراق و انتشار سے شدّت کیساتھ منع فرمایا گیا ہے، وہاں اس اہم ترین سوال کا جواب بھی دے دیا گیا ہے کہ اس اتحاد و اتفاق کی اساس اور بنیاد کیا ہے ؛ چنانچہ ان آیات مبارکہ سے مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اتفاق کی دو بنیادیں سامنے آتی ہیں :

ایک "اعتصام بحبل اللہ" یعنی اللہ کی رسّی کو مل جل کر مضبوطی سے تھامنا - یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی رسی سے کیا مراد ہے - تو اس کا جواب اس اصول کے تحت کہ قرآن میں جہاں بھی تشریح و وضاحت کی ضرورت محسوس ہو، اوّلاً

رجوع کیا جائے گا محمد رسول اللہ کی جانب کہ ان کا تو فرض منصبی ہی از روئے قرآن یہ ہے کہ وہ قرآن کی توضیح وتبیین کریں بفحوائے الفاظ قرآنی، وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (سورۃ نحل آیت ۴۴) یعنی "اے محمدؐ ہم نے یہ ذکر (یعنی "قرآن مجید" آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ وضاحت فرمائیں لوگوں کے لئے اس کی کہ جو ان کی جانب نازل کیا گیا ہے!" — چنانچہ متعدد احادیث نبویہ میں یہ حقیقت کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ حبل اللہ سے مراد ہے۔ "قرآن حکیم" — جیسے کہ ایک طویل روایت میں جسے امام بیہقیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں نبی اکرمؐ نے قرآن حکیم کے محامد ومحاسن کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: "وَھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ" یعنی وہ یہی قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے" — اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مرفوعاً آنحضورؐ کا یہ قول روایت کیا گیا ہے ۔ کہ "القرآن ھو حبل اللّٰہ الممدود من السماء الی الارض" یعنی "قرآن اللہ کی وہ رسّی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے!" — اسی عظیم حقیقت کو نہایت دلنشیں پیرائے میں ادا کیا ہے ترجمان حقیقت علامہ اقبال مرحوم نے اپنے ان اشعار میں کہ:

از یک آئینے مسلمان زندہ است — پیکر ملّت از قرآن زندہ است
ما ہمہ خاک و دل آگاہ اوست — اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

یعنی مسلمان کی زندگی کا راز اس میں مضمر ہے کہ اس کے پاس ایک مشترک اور متفق علیہ آئین ودستور موجود ہے چنانچہ جسد ملّت کی زندگی کا دار ومدار قرآن پر ہے اور جس طرح پورا جسد انسانی تو خاکی الاصل ہے البتہ اس میں دھڑکنے والا دل معرفت خداوندی سے منوّر ہے اسی طرح پوری ملّت کا جسد بھی خاک کے مانند ہے جس میں قلب حقیقت آگاہ کی حیثیت قرآن کو حاصل ہے پس اس کو مضبوطی سے پکڑو اس لئے کہ در اصل وہی حبل اللہ ہے! — اور یہ حقیقت ویسے بھی اظہر من الشمس ہے کہ انسانی اتحاد واتفاق کی اصل جڑ، بنیاد فکری ہم آہنگی ہے — اور امّت مسلمہ کو یہ نعمت عظمیٰ صرف قرآن حکیم کے ساتھ گہرے

اور مضبوط ذہنی و قلبی تعلق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی دوسری اساس عملی ہے —— یعنی اللہ اور اس کے رسول کی غیر مشروط اطاعت۔ جس کے لئے قرآن و حدیث کی مخصوص اصطلاح "سمع و طاعت" ہے یعنی، سنو اور اطاعت کرو، گویا محض سننے ہی سے حکم کی اطاعت لازم ہو جائے —— یہ ضروری نہیں ہے کہ اس حکم کی حکمت و مصلحت بھی سمجھ میں آئے جیسے کہ ایک انگریزی نظم میں تصور دیا گیا ہے۔ There is not to reason why?

There is but to do and die!

ظاہر ہے کہ جبتک اُمّت مسلمہ میں یہ جذبہ پیدا نہ ہو جائے کہ جو حکم بھی اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ملے، بے چون و چرا اس کی اطاعت کریں گے، اس وقت تک یہ اُمّت باہمی اتحاد و اتفاق کی دولت سے محروم رہے گی —— اس ضمن میں چونکہ یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ عملاً مسلمانوں کو اپنے اصحاب حل و عقد یا "اولوالامر" کی اطاعت بھی کرنی ہو گی اور ان سے اختلاف رائے کی گنجائش بہرحال موجود رہے گی لہٰذا سورہ نساء کی آیت ۵۹ میں اس کا حل بھی تجویز کر دیا گیا ہے "وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ" یعنی "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے اولی الامر کی بھی۔ پھر اگر کہیں اختلاف رائے ہو جائے تو رجوع کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب! یعنی مستقل بالذات اور غیر مشروط اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ باقی سب اطاعتیں ان کے تابع اور مقید و مشروط ہیں۔

اتحاد و اتفاق کے ضمن میں ایک اور اہم سوال یہ بھی ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ اور یہ اتحاد و اتفاق کس غرض کے لئے مطلوب ہے؟ چنانچہ سورہ آل عمران کے جس مقام پر اتحاد و اتفاق کا مثبت حکم اور افتراق و انتشار پر وعید وارد ہوئی ہے، وہیں نہایت واشگاف الفاظ میں ان کا اصل مقصد و مطلوب بھی واضح کر دیا گیا ہے اور وہ ہے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر"

یعنی نیکی اور بھلائی کا پرچار اور اس کی ترویج وتنفیذ ــــ اور برائی کی ممانعت اور کلی استیصال! چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۱۰ میں تو یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ امّت مسلمہ کی تاسیس ہی اس غرض سے کی گئی ہے کہ وہ پوری نوع انسانی کو نیکی کی تلقین کرے اور بدی سے روکے۔ بفحوائے الفاظ قرآنی كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور آیت ۱۰۵ میں اس امکانی صورت حال کے پیش نظر کہ جس سے امت اس وقت شدّت سے دوچار ہے یعنی یہ کہ پوری اُمّت اپنے فریضے کو بھول جائے اور دنیا کی دوسری اقوام کی مانند صرف ایک قوم بن کر رہ جائے جسے اپنے دنیوی مفادات کے سوا اور کسی چیز سے غرض نہیں ہوتی، پیشگی حکم دے دیا گیا کہ اس صورت میں اُمّت کے جن افراد کو اپنا فرض یاد رہ جائے یا یاد آجائے وہ مل جل کر اس بڑی اُمّت میں ایک چھوٹی اُمّت یعنی Party within Party کی صورت اختیار کریں اور اوّلاً خود اُمّت مسلمہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں ــــ اور اُمّت کو بیدار اور منظم کر کے عالمی اور آفاقی سطح پر اس فریضے کی بجا آوری کا اہتمام کریں۔ بفحوائے الفاظ قرآنی: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اس آیۂ مبارکہ کے آخری الفاظ بہت اہم ہیں یعنی یہ کہ فلاح کا حتمی اور پختہ وعدہ صرف انہی لوگوں سے ہے جو اس فریضے کی ادائگی کے لئے نہ صرف کمربستہ ہوں بلکہ مل جل کر ایک امّت کی صورت اختیار کرلیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے ــ

آمین ثم آمین۔

(بقیہ صے ۳۷)

شگاف ڈالے گئے ہیں تو یہ سارے اختلافات متاعِ غرور (دھوکے کی پونجی) کے سوا کچھ نظر نہیں آئیں گے، اور ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ ان اختلافات کی خلیج کو حکمت کے ساتھ پاٹا جائے۔ (باقی آئندہ)

Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of :

WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,

HEAD OFFICE :

709, 7TH FLOOR, QAMAR HOUSE,
M.A. JINNAH ROAD, KARACHI (PAKISTAN)

2 - K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.
TELEFHONE : 870512 880731

قسطِ دوم

شرک اور اقسامِ شرک

شرک فی الصّفات (۱)

ڈاکٹر اسرار احمد

شرک فی الصّفات پر گفتگو سے قبل شرک فی الذّات کے ذیل میں اس بنیادی بات کی مزید وضاحت مفید رہے گی کہ شرک فی الذّات درحقیقت اعتقادی شرک ہے صرف عملی نہیں ہے بلکہ اس میں اعتقادی شرک بہت مضبوط جڑیں رکھتا ہے۔ نیز یہ کہ یہ شرک جلی ہے، شرک خفی نہیں ـــــ شرک فی الصّفات کا معاملہ ذرا اس سے مختلف ہے۔ اس کا معاملہ قدرے خفی ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اگر انسان ہوشیار اور چوکس نہ رہے، چوکنّا اور محتاط نہ رہے تو اس بات کا اندیشہ موجود رہے گا کہ وہ غیر شعوری اور غیر محسوس طریقہ پر شرک فی الصّفات کا مرتکب ہو جائے اور اُس میں ملوّث ہو جائے۔

اشتراکِ لفظی اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے جو الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں بعینہٖ وہی الفاظ ہم مخلوق کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کو ہماری زبان کی تنگ دامنی کہہ لیجیے کہ ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے جدا الفاظ نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ سُبحانہٗ کی صفات کی تعبیر کے لیے جو الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں وہی مخلوق کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ البتہ ان استعمالات میں ایک عظیم فرق موجود ہوتا ہے یعنی وہی لفظ اگر خالق کے لیے بولا جائے تو اُس کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور مخلوق کے لیے بولا جائے تو کچھ اور ـــــ اگر یہ فرق پیشِ نظر نہ رہے، مستحضر نہ رہے تو غیر شعوری طور پر انسان شرک فی الصّفات میں ملوّث ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ خدا موجود ہے۔ وجود اللہ کی ایک صفت ہے، لیکن ہم بھی موجود ہیں لہٰذا اسی صفت وجود سے خدا بھی متصف ہے اور ہم بھی ـــــ خدا کی ایک صفت علم ہے اسی صفت کا اطلاق ہم مخلوقات پر بھی کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ بڑے مبالغے کے ساتھ بھی کہتے ہیں۔ عربی زبان میں علّام یا علّامہ مبالغے کا لفظ ہے، یہی صفت اللہ کی بھی ہے، وہ عالم ہے، علیم ہے، علّام الغیوب ہے، اور ہمارے ہاں بھی نہ معلوم کتنے لوگ ہیں جن پر ہم علّامہ کی صفت

کا اطلاق کرتے ہیں۔ چند اور مثالیں دیکھ لیجئے۔ بصارت ہے، سماعت ہے، ارادہ ہے، حکمت ہے، قدرت ہے، حیات ہے۔ ان تمام صفات سے اللہ تعالیٰ بھی متّصف ہے اور ہم بھی ——— وہ بصیر ہے، سمیع ہے، صاحبِ ارادہ ہے، حکیم ہے، قادر و قدیر ہے، حیّ ہے تو ہم بھی ان صفات سے متّصف ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے انسان میں ایک وہم پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک زبردست مغالطہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ چوکس، چوکنّا اور ہوشیار و محتاط نہ رہے تو اس باب میں زبردست ٹھوکر کھا سکتا ہے۔

احتیاط کیا ہے؟ اس ضمن میں ہم کو جو احتیاط ملحوظ رکھنی ہے اور جس شرط و قید کو مستحضر رکھنا ہے وہ یہ ہے کہ یہ صفات جن مفاہیم میں خدا کے لیے مستعمل ہیں، وہ اس مفہوم سے بالکل جدا ہیں، جن کا اطلاق مخلوق پر کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں، بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ بات بھی مَیں نے محض سمجھانے کی غرض سے کہی ہے ورنہ حقیقتِ نفس الامری تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ جن صفات سے متّصف ہے اور اس سے مشابہ جو صفات کسی مخلوق میں پائی جاتی ہیں اُن میں سرے سے کوئی نسبت و تعلّق ہے ہی نہیں اور نہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس فرق و تفاوت اور اس بات کو انسان اچھّی طرح سمجھ لے، پورے شعور کے ساتھ جان لے تو پھر اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ شیطان کے اغوا سے خود کو محفوظ رکھ سکے اور شرک فی الصّفات میں ملوّث نہ ہو سکے!

اس تمہیدی گفتگو کا خلاصہ یہ نکلا کہ ہم کو اچھّی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ صفاتِ الٰہی کے بیان و تعبیر کے لیے الفاظ وہی ہوتے ہیں جو مخلوق کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان کا اطلاق خالق پر کیا جاتا ہے تو اُن کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور جب ان ہی صفاتی الفاظ کا اطلاق مخلوق میں سے کسی پر کیا جائے گا تو ان کے معانی و مفاہیم بالکل بدل جائیں گے۔

فرق و تفاوت کیا ہے؟ اب میں چاہتا ہوں کہ اس فرق و تفاوت کو تین نکات کے ذریعے سے اپنے ذہن نشین کر لیجئے۔ خوب اچھّی طرح اپنے ذہن میں جما لیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور ماسوا یا مخلوق کی ذات و صفات میں تین بنیادی فرق ہیں

● پہلا نکتہ اور فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی اس کی اپنی ہے۔ کسی اور نے اس کو وجود نہیں بخشا بلکہ وہ از خود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جبکہ ماسوا جو کچھ بھی ہے اس کی ذات اور اس کا وجود عطائی ہے۔ اُس کو خدا نے بخشا ہے۔ پھر یہ کہ مخلوق میں

کسی کو بھی دوام و بقا حاصل نہیں ہر ایک کے لیے فنا لازم ہے: کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (سورۃ الرحمٰن - ۲۷) "ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے اور صرف تیرے ربِ جلیل و کریم کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے"

● دوسرا نکتہ اور فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ذاتی ہیں، کسی اور کی عطا کردہ نہیں ہیں۔ جبکہ مخلوق کی صفات کُلّیۃً عطائی ہیں، خدا کی عطا کردہ ہیں۔ کسی میں بھی اپنی ذاتی صفت کوئی نہیں ہے جب وجود ہی اپنا نہیں عطائی ہے تو ظاہر بات ہے کہ صفت تو اس پر عارض ہوگی، اس پر مزید اضافے کے طور پر واقع ہوگی تو اس کی ذات بھی مستعار (یہ لفظ ہماری زبان میں کثرت سے اس طور پر مستعمل ہے کہ ہم "حیاتِ مستعار" بولتے ہیں) اور اس کی صفات بھی عطائی ـــــ مخلوق کی زندگی کی مہلت بھی عارضی، ہٰذا اس کی صفات بھی عارضی۔ حیات بھی عطائی اور صفات بھی عطائی ـــــ دینے والے نے جو اجل مقرر کر دی ہے اس سے پلک جھپکنے کے برابر بھی اضافہ پر کسی کو قدرت نہیں۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ (المنافقون: ۱۱) اور جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا۔

پس مخلوق کی تمام صفات اس کی ذات ہی کے مانند عطائی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اس کی ذات کے مانند اس کی اپنی اور ذاتی ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ اس نکتے کی مزید وضاحت کر دوں چونکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ انسان کو اس میں مغالطہ لاحق ہو ہی جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی مزید تشریح ان شاء اللہ العزیز مفید مطلب رہے گی۔

اس ضمن میں یہ بات اچھی طرح جان لیجیے کہ اللہ کی ذات بھی قدیم ہے اور اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ ماسوا اور مخلوق کا مطلب ایک ہی ہے چونکہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ ماسوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو خلّاق ہے، اُس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ مخلوق ہے۔ ماسوا کی ذات اور صفات دونوں حادث ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ازل سے ہے ـــــ یہ ازل کا لفظ بھی بطورِ مجاز و تفہیم اللہ کے لیے بولا جاتا ہے ورنہ اس لفظ میں بھی ایک محدودیت ہے

چونکہ "ازل" میں کسی سلسلہ کے آغاز کا تصور موجود ہوتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات کے لیے کسی شروعات کا تصوّر درست نہیں۔ یہ لفظ مخلوق کو خالق کی قدامت کا ایک تصوّر دینے کے لیے تو حقیقی ہوسکتا ہے لیکن خود خالق کے لیے یہ لفظ مجازی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ جب سے ہے اور ہمیشہ سے ہے، اُس کی تمام صفات بھی یکساں و تمام اُس کی ذات کی طرح قدیم ہیں۔ اس کی شان تو وہ ہے جو سورۂ حدید میں یوں بیان ہوئی کہ: هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے، یہ بات نہیں ہے کہ کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو جائے تو اس کے علم میں آئے بلکہ وہ تو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کی شان کا حامل ہے۔ اس کا علم کامل ہے' اس ہستی تبارک و تعالیٰ کی صفتِ علم کا معاملہ ہماری صفتِ علم کی طرح نہیں کہ جو عمر، تعلیم اور تجربہ کی بنا پر بڑھتا رہتا ہے اور کسی عارضہ و حادثہ کی وجہ سے معدوم و محو بھی ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی کوئی کیفیت اللہ کی صفتِ علم کے ساتھ وابستہ کر لی جائے تو گویا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا کو اس کے مقامِ رفیع سے گرا کر مخلوق کی صف میں لا کھڑا کیا گیا — بعض فلاسفہ کا (جن میں بدقسمتی سے مسلمان بھی شامل ہیں) یہ خیال و نظریہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو صرف کلیّات کا علم ہے جزویات کے علم سے (نعوذ باللہ) اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی گویا اللہ کو مخلوق پر قیاس کرنا ہوا۔ یہ خیال و نظریہ بھی درحقیقت شرک فی الصّفات کے ذیل میں آئے گا۔ چونکہ اپنی روح کے اعتبار سے یہ بھی اللہ کو اُس کے مقامِ بُلند سے گرا کر مخلوق کی سطح پر لا کھڑا کرنا ہوا۔ اور جیسا کہ مَیں نے اپنی تمہیدی گفتگو میں عرض کیا تھا کہ شرک کی جامع تعریف و تعبیر یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کو اس کے مقامِ ارفع و اعلیٰ سے گرا کر اس کو مخلوق کی صف میں لا کھڑا کیا جائے یا مخلوق میں سے کسی کو اٹھا کر اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ عزّ و جلّ کے برابر لا بٹھایا جائے۔"

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور وجود قدیم۔ مخلوقات میں سے ہر مخلوق کی ذات و وجود حادث — اور اللہ کی تمام صفات اس کی اپنی ذات کی طرح قدیم، اس کی اپنی ذاتی اور ہر لحاظ سے کامل و اکمل۔ مخلوق کی صفات عطائی اور ناقص و محدود۔

تیسرا نکتہ اور فرق یہ ہے (اور یہ مفہوم، معنیٰ اور مطلب کے لحاظ سے بہت اہم اور عظیم

ہے) کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات ہی کے مانند مطلق (Absolute) ہیں۔ ان پر کوئی حدود و قیود عائد نہیں ہیں، نہ وہ کسی خارجی تعاون و اعانت کی محتاج ہیں۔ مثلاً وہ بصیر ہے تو اُس کی یہ صفت مطلق ہے جب کہ ہماری صفتِ بصارت محدود و مشروط ہے۔ ہماری آنکھ میں بینائی کی صلاحیت ہو، خارج میں روشنی بھی موجود ہو تو ہم دیکھ سکیں گے۔ بصارت موجود ہے لیکن خارج میں روشنی موجود نہیں، گھُپ اندھیرا ہے۔ یا ہم کسی انتہائی تاریک تہہ خانے میں مقیّد ہیں تو بصارت ہوتے ہوئے بھی ہم دیکھنے سے قاصر و معذور ہیں۔ اسی طرح خارج خوب روشن ہے لیکن بدقسمتی سے ہم "بینائی" سے محروم ہیں، تو بھی "دیکھنے" سے قاصر رہتے ہیں ــــ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا علم لامتناہی ہے، اُس کی کوئی حد نہیں ہے جس کو ماپا جا سکے وہ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کی شان کا حامل ہے۔ اس کی قدرت لامحدود ہے، اُس کی سرحدیں نہیں جن کا تعین کیا جا سکے، وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ اس کی قدرت کا عالم تو یہ ہے کہ وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے اور اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ کی شان کا حامل ہے!!

مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مطلق ہے جس کو انگریزی میں THE ABSOLUE BIENG سے تعبیر کیا جاتا ہے ــــ ذاتِ مطلقہ ــــ اِسی طرح اس کی تمام صفات بھی مطلق ہیں وہ کسی حدود یا قیود سے آشنا نہیں ــــ اس کے برعکس ماسوا اور مخلوق کی جملہ صفات محدود و مقیّد ہیں، جیسا کہ مَیں ابھی بطورِ افہام بصارت کی صفت کے متعلق عرض کر چکا۔ اب اگر مخلوق میں سے کسی کی کسی صفت کے ساتھ اطلاق کا کوئی تصوّر ذہن میں قائم ہو جائے گا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اسی اعتبار سے انسان نے خالق کو مخلوق کے ہم پلّہ اور ہمسر بنا دیا۔

اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ چونکہ ہماری زبان میں خالق اور مخلوق کی صفات کے لیے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اُن میں باہمی اشتراک ہے لہٰذا مغالطہ اور التباس کا پیدا ہو جانا عین قرینِ قیاس ہے۔ جس سے محفوظ رہنے کے لیے اس کی معرفت ضروری ہے!

ایک ضروری وضاحت | اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ایک اہم بات مزید اچھی طرح جان لیجئے کہ وہ لامتناہی ہیں۔ ان کی نہایت کا کوئی تصوّر بھی انسان کے محدود ذہن کے لیے ممکن نہیں۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ انسان جس خوبی، خیر اور کمال کا تصوّر کر سکتا ہے، وہ بدرجۂ اتم واکمل اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا

الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج (۱۱۰) "اے نبی! اُن سے کہہ دو کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں"۔

اسی طرح سورۃ الحشر میں آیات ۲۲ تا ۲۴ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا جو بیان ہوا ہے، جس کو ایک حسین گلدستہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، اُس میں بھی فرمایا: لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ ان دونوں مقامات پر حصر کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے یعنی حقیقتِ نفس الامری یہی ہے کہ ہر اچھا نام اُسی ذات تبارک و تعالیٰ ہی کے لیے سزاوار ہے۔

صفات و اسمائے الٰہی کے باب میں اہم بات جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ و احصاء انسان کے ذہنی افق کے لیے ممکن نہیں، اسی طرح اس کی صفات کا بھی "احاطہ" انسان کے بس سے باہر ہے، یعنی نہ تو ان کی 'کمیت'، یعنی مقدار ہمارے محدود ذہنوں میں آ سکتی ہے اور نہ ہی 'کیفیت'، معلوم ہو سکتی ہے مثلاً یہ کہ اللہ کی 'کمیت'، یعنی قدرت کتنی ہے؟ اور علم کتنا ہے؟ یہ ہم نہیں جان سکتے۔ اسی طرح اللہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی لیکن وہ کیسے سنتا ہے اور کیسے دیکھتا ہے۔ یہ بھی ہمارے علم کی حدود سے باہر ہے۔

صفاتِ الٰہی سے ہمارا ذہنی رابطہ دوسری جانب یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ معرفتِ خداوندی کے ضمن میں ہماری کل پہنچ بس اس کے ان اسماء صفات تک ہی ہے ——— جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں اور ان تمام اسمائے حسنیٰ کو ماننا اور تسلیم کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ لیکن اس کی کیفیت و کمیت کا اندازہ ہمارے لیے ممکن ہی نہیں۔ اس کے لیے صرف ایک پناہ گاہ ہے اور وہ ہے لفظ کُلّ۔ جیسا کہ فرمایا کہ: وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

ایک بات اور بھی جان لیجیے کہ قرآن و حدیث میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ پر ایمان و یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات تسلیم کرنا اس ایمان و یقین کے مقتضیات میں سے ہے کہ دنیا میں جو بھی قدرت و کمال اور حسن و جمال جن جن اعتبارات سے موجود ہے وہ بہ تمام و کمال اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہے اور جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اُسی طرح اُس کی صفات بھی قدیم ہیں اور تمام صفات بیک وقت موجود ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں جہاں اس کے ایک سے زائد اسماء حسنیٰ بیان ہوتے ہیں اکثر ان کے درمیان واو عطف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میں نے سورۂ حشر کے آخری

رکوع کی آخری آیات کا حوالہ دیا کہ : هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ج هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ٥ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ٥ هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ٥

احتیاطی تدابیر | میں تفصیل سے عرض کر چکا کہ صفاتی اسماء کے لفظی اشتراک کی وجہ سے التباس و مغالطہ لاحق ہو جانا عین قرین قیاس ہے جس سے محفوظ رہنے کے لیے تین اصولوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کو الجبرا کی Equation اور اُس کے فارمولوں کی طرح اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے :

- خدا کی ذات بھی قدیم اس کی صفات بھی قدیم۔ ما سوا (مخلوق) کی ذات بھی حادث اور اُس کی صفات بھی حادث۔
- خدا کی ذات مطلق (ABSOLUTE) ہر قسم کی حدود و قیود سے آزاد و منزہ اور اس کی صفات بھی مطلق و اکمل۔ حدود و قیود (LIMITATIONS) سے نا آشنا ــــــ ما سوا (مخلوق) کی ذات و صفات دونوں محدود۔
- خدا کی ذات و صفات خود اُس کی اپنی ہیں۔ صرف اور صرف وہ ہی الحیّ القیّوم ہے صرف اُسی کی شان ہے کہ : اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

اور سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ٥ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ج وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥

(سورہ حدید ۱ تا ۳)

ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ کی تسبیح کی ہے۔ آسمانوں اور زمین (کل کائنات) کی بادشاہی (حقیقتاً اور استحقاقاً) اُسی کی ہے وہی ہے جو زندہ رکھتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ وہی اوّل ہے اور وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور صرف وہی ہے جو ہر چیز کا کامل علم رکھتا ہے۔

بلکہ ما سوا (مخلوق) کی ذات، اس کا وجود، اُس کی صفات سب کی سب عطائی ہیں۔

ان اصولوں کو تسلیم کرنے کے مثبت نتائج | یہ تینوں اصول اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں تو وہ بعض مسائل جو اس سلسلہ میں بڑے ہی مختلف فیہ اور معرکۃ الآرا بن گئے ہیں، اور جن کی شرح و تعبیر میں ہمارے مختلف کلامی مکاتب فکر میں قیل وقال اور بحث و نزاع کا بازار گرم رہتا ہے۔ جن کے باعث گروہ بندیاں حتیٰ کہ مسجدیں اور نمازیں علیحدہ ہوگئی ہیں جو امت کی وحدت کے لیے عظیم خطرہ ہیں، وہ تمام مسائل اس طرح حل ہوتے اور سلجھتے چلے جاتے ہیں کہ کوئی التباس، کوئی مغالطہ، کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا اور انسان کو قلبی و ذہنی اطمینان حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اس نتیجہ پر از خود پہنچ جاتا ہے کہ یہ مسائل بے جان اور بے حقیقت ہیں اور ان کو محض اپنے علیحدہ علیحدہ تشخص کے لیے بحث و نزاع کا موضوع بنا رکھا ہے اور اس کی غایت بحث برائے بحث کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات | یہ بات تقریباً مجمع علیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات اساسی و بنیادی ہیں۔ بقیہ صفات ان ہی کی فروعات، مقتضیات، متضمنات اور مقدرات کی حیثیت رکھتی ہیں ــــ ہمارے متکلمین کے مابین ان بنیادی و اساسی صفات کے بارے میں ایک خفیف اور معمولی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ پانچ ہیں اور بعض کے نزدیک سات' اور وہ یہ ہیں :

(۱) وجود (۲) حیات (۳) علم (۴) قدرت (۵) ارادہ (مشیّت)

یہ پانچ صفات تو تمام متکلّمین کے مابین متّفق علیہ ہیں ـــــ جو حضرات بنیادی صفات سات قرار دیتے ہیں وہ اس فہرست میں کلام اور سمع و بصر کو بھی شامل کرتے ہیں ـــــ میں اس مسئلہ پر صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ یہ بنیادی صفات پانچ ہیں یا سات، صرف چند مثالیں دے کر اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے وہ بات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔

چند مثالیں | پہلے صفتِ علم کو لیجیے، میں اس سلسلہ میں اجمالاً پہلے بھی چند اشارات کر چکا ہوں۔ اس صفتِ علم کو سمجھنے کے لیے اِن ہی تین بنیادی اُصُولوں کو ذہن میں لائیے۔ اللہ کا علم ذاتی ہے، اللہ کا علم مطلق اور غیر محدود اور لامتناہی ہے۔ اللہ کا علم قدیم ہے۔ ماسوا یا مخلوق خواہ وہ ملائکہ ہوں، انبیاء و رُسُل ہوں، اولیاء اللہ ہوں، کیسے با شان وہ حضرت جبریلؑ ہوں جو سرخیلِ ملائکہ ہیں، یا نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہوں جو سید المرسلین خاتم النبیین ہیں یا وہ اولیاء اللہ میں سے خلفائے راشدین ہوں، عشرہ مبشّرہ ہوں، بدری

صحابی ہوں اور اُمت کے صلحاء و اتقیاء ہوں، کوئی بھی ہو، ان سب کا علم ماسوا اور مخلوق کی فہرست میں آئے گا ـــــ اگر ان کے بارے میں یہ خیال ہے کہ یہ مخلوق نہیں ہیں تو معاملہ بالکل ہی خارج از بحث ہو جائے گا۔ ان کے بارے میں یہ تین باتیں لازماً تسلیم کرنی ہونگی کہ ان کا علم ذاتی نہیں ہے عطا کردہ ہے: وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (اللہ کے علمِ کامل میں سے کوئی چیز انسانوں کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی اِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے) اُن کا علم قدیم نہیں ہے، حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی جو قدیم و مطلق شان ہے، اس کو ماسوا (مخلوق) میں سے کسی کے لیے ہم نہیں مان سکتے اور یہ کہ ماسوا (مخلوق) کا علم محدود تھا، محدود ہے اور محدود ہی رہے گا۔ اس کو غیر محدود اور لامتناہی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان تینوں میں کسی ایک کے بارے میں بھی اشتباہ ہو جائے، ان میں سے کسی کو بھی ماسوا (مخلوق) میں سے کسی کے لیے بھی مان لیا جائے تو یہ شرک فی العلم ہوگا۔ لیکن اگر ان تینوں باتوں کو ذہن میں مستحضر رکھا جائے تو وہ شرک نہیں ہوگا۔

علمِ غیب کی بحث | مَیں چاہتا ہوں کہ صفتِ علم کے ضمن میں مَیں نے جو مقدمات قائم کئے ہیں، ان کی روشنی میں علمِ غیب کے مسئلہ کو بھی سمجھ لیا جائے۔ چونکہ اس پر قیل و قال اور بحث و نزاع کا ایک طویل سلسلہ ـــــ چلا آرہا ہے، اور دو مکاتبِ فکر کے مابین جو چیزیں فرق و امتیاز کی علامتیں بن گئی ہیں، ان میں یہ مسئلہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے جہاں تک مَیں نے تحقیق کی ہے تو سارا مسئلہ دراصل لفظِ غیب کی تعریف و تعبیر پر گھومتا ہے۔ جو گروہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علمِ غیب کی نفی کر رہا ہے وہ علمِ غیب کی تعریف (DEFINATION) کچھ اور کرتا ہے اور جو گروہ اس کا اثبات کر رہا ہے اس کے نزدیک علمِ غیب کی تعریف و تعبیر بالکل دوسری ہے۔ لہٰذا اس بحث و تمحیص کا اصل سبب یہ ہے کہ دونوں گروہوں کے نزدیک علمِ غیب کی تعریف (DEFINATION) ایک نہیں ہے۔ مَیں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں ساہیوال میں بریلوی مکتبِ فکر کے ایک جیّد عالمِ دین سے رابطہ قائم کیا اور مَیں نے اُن سے معلوم کرنا چاہا کہ ان کے ہاں نبی اکرمؐ کے علمِ غیب کے بارے میں اصل عقیدہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھے زبانی بھی بتایا اور پھر مجھے اپنے مکتبِ فکر کی بہت سی کتابیں بھی دکھائیں تاکہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ ہم حضورؐ کے علم کے بارے میں یہ تینوں باتیں مانتے ہیں کہ وہ حادث ہے، قدیم نہیں، وہ محدود ہے، لامحدود نہیں وہ عطائی

ہے ذاتی نہیں۔ مَیں نے عرض کیا تھا کہ اگر ان تینوں کا اعتراف ہے تو میرا اطمینان ہوگیا۔ فساد جو واقع ہوتا ہے اُس کا سبب عموماً سطحی ہوتا ہے۔ میلاد اور مولود کی محفلوں میں اور عوام النّاس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جن کی عظیم اکثریّت دین ہی سے نابلد اور جاہل ہے کجا ان مہماتِ مسائل کا کوئی درک ہو۔ عام جلسوں میں ان مسائل کو چھیڑا جاتا ہے تو بے علم واعظ اور نعت گو ان حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔ ورنہ اگر یہ تینوں چیزیں مستحضر رہیں تو پھر شرک فی العلم کا کوئی شائبہ پیدا نہیں ہوگا۔

مسئلہ کا دُوسرا رُخ رہا یہ معاملہ کہ ہم اس بات کو ماپنے اور اُس کی حدود مقرر کرنے کے لیے بیٹھ جائیں کہ حضورؐ کو غیب کا کتنا علم تھا اور کتنا نہیں، تو یہ درحقیقت ہم اپنی حدود سے تجاوز کریں گے۔ چونکہ نبی اور رسول کا علم نوعیّت کے اعتبار سے ہمارے علم سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ہمارا سارا علم، علم بالحواس ہے، یا علم بالعقل ہے۔ ہمارے علم کے یہ دو دائرے ہیں لیکن نبی کا علم، علم بالوحی ہے۔ یہ علم کا تیسرا دائرہ ہے اور یہاں معاملہ مقدار (QUANTITATIVE) کا نہیں بلکہ نوعیّت (QUALITATIVE) کا ہے ___ ہمارا علم دراصل حواس و عقل کے دائروں میں محدود ہے۔ ہم حواس کے ذریعہ جو تجربات و مشاہدات کرتے ہیں، اُن سے عقل کے ذریعہ نتائج مترتّب کرتے ہیں۔ مثلاً آنکھ نے کچھ دیکھا، کان نے کچھ سُنا، اس پر عقل نے کچھ سوچا اور ایک نتیجہ برآمد ہوگیا۔ ہمارا سارا علم حواس اور تعقّل و تفکّر کے دائروں میں محدود و محصور اور دائر رہتا ہے۔ اسی تعقّل و تفکّر کے بہت سے شعبے ہیں، جن کو استدلال، استنباط، استشہاد، استنتاج، استخراج کہا جاتا ہے لیکن نبی اور رسول کے علم کی نوعیّت بالکل مختلف ہوتی ہے، اُن کو یقیناً بہت سے غیبی حقائق علم بالوحی کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں جو ہماری دسترس سے ماوراء ثم ماوراء ___ (TOTALLY OUT OF BOUND) کی حیثیّت رکھتے ہیں۔ وہ حقائق جو اس حیاتِ دُنیوی میں ہمارے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے غیب کا درجہ رکھتے ہیں اور جو ہم پر دنیوی حیات کے انقطاع پر منکشف ہوں گے۔ ان اُمورِ غیبی میں سے کچھ کا پردہ ہٹا کر نبی اور رسول کو مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اور اس پر انزالِ وحی ہوتا ہے جبھی تو وہ نبی قرار دیا جاتا ہے۔ نبی کے لغوی معنی ہیں: "عظیم خبریں دینے والا" اور دینی اصطلاح میں اس کے معنی ہوتے ہیں: "غیب کی خبریں دینے والا" اُن امور کی خبریں دینے والا جو ماوراء الطبیعات ہیں اور جن کا تعلق عالمِ ملکوتی سے

ہے۔ لہٰذا نبی کے لیے علم غیب کا مطلق انکار کرنا تو گویا نبوت و رسالت کا انکار ہو جائے گا۔ اس استثناء کو خود قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ فرمایا کہ:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ (سورۃ الجن ۲۷ : ۲۸)	وہ (اللہ) عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اس رسول کے جس کو اُس نے (نبوت و رسالت کے لیے) پسند کر لیا ہو۔ تو اس (رسول) کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور وہ ان کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایک ایک چیز کا عددی حساب اس کے پاس ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لیے فرمایا کہ:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ (سورۃ الانعام ۷۵)	اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین (کائنات) کی سلطنت (کے رموز) دکھاتے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو خاص الخاص معاملہ ہوا۔ حضورؐ کو تو معراج کی سعادت عطا ہوئی۔ شبِ معراج میں حضورؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی، جنّت اور جہنّم کا مشاہدہ کرایا گیا، سدرۃ المنتہیٰ تک باریابی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی ملکوتی شان کی عظیم الشان آیات چشم سر سے دیکھیں۔ چنانچہ سورۂ نجم میں فرمایا: لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ اسی طرح سورۂ اسراء (بنی اسرائیل) میں فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اب یہاں لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا کے اجمال میں کیا کیا حقائق مخفی ہیں۔ ان کا ہم ادراک کر ہی نہیں سکتے۔ اگر یہ بات ہماری فکر اور عقل کی محدودیّت اور ہماری سمجھ میں آنے والی ہوتی تو پھر یہ اجمال ہی کیوں اختیار کیا جاتا! پس اس اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر کتنا مطلع کیا تھا! ہمارے لیے نہ اس کا حدود اربعہ مقرّر کرنا ممکن، نہ اس کی مقدار کا تعیّن ہمارے لیے آسان۔ چونکہ علم الوحی ہمارے بنیادی ذرائع علم سے بالکل مختلف علم ہے

البتہ یہ نتیجہ بالکل صحیح ہے کہ حضورؐ کو جو علم عطا کیا گیا، اس میں یقیناً غیب کا بھی ایک حصّہ شامل ہے۔ جو حضرات حضورؐ کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں، ان کے پیشِ نظر علمِ غیب کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ "وہ علم جو کسی کو از خود حاصل ہو" ۔ یہ موقف صد فی صد درست اور صحیح ہے۔ اور جیسا کہ مَیں آپ کو بتا چکا کہ بریلوی مکتبِ فکر کے علماء بھی اس موقف کے مُقِر ہیں اور ان کے عقاید کی کتب میں یہ بات بصراحت مندرج ہے۔ وہ بھی اس بات کی کُھلی نفی کرتے ہیں کہ "نبیؐ کو جو علم بھی تھا چاہے وہ غیب سے متعلق ہو چاہے شہود سے وہ حضورؐ کا ذاتی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تھا" پس معلوم ہوا کہ سرے سے کوئی نزاع ہے ہی نہیں —— جو لوگ حضورؐ کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں، وہ اس معنی میں نہیں کرتے کہ حضورؐ امورِ غیبی پر مطّلع تھے ہی نہیں اور جو لوگ حضورؐ کو علمِ غیب حاصل ہونے کا اقرار کرتے ہیں، وہ اس مفہوم میں نہیں کرتے کہ حضورؐ از خود غیب کا علم رکھتے تھے —— یہ تو ہماری بدقسمتی ہے کہ گروہی تشخیص اور علامت کے لیے اس قسم کے مسائل کو خواہ مخواہ بحث و نزاع کا موضوع بنا لیا گیا ہے۔

ایک اہم نکتہ | بات سمجھانے کے لیے مَیں مثال دیا کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ کے لیے: عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عَلَّامُ الْغُیُوبِ فرمایا گیا ہے۔ اب آپ غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو کوئی چیز اور کوئی بات غیب ہے ہی نہیں۔ اس کے لیے تو یہ عالمِ کون و مکاں بلا قیدِ زماں شہادہ ہی شہادہ اور شہود ہی شہود ہے۔ اس کے علم کا احاطہ ممکن ہی نہیں، جو کچھ ہو چکا ہے جو کچھ ہو رہا ہے اور آئندہ جو کچھ ہوگا وہ اس کے علم میں ہے اور اس کی ذات کی طرح قدیم ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمیں قرآن مجید کی روشنی میں لفظِ غیب کا ایک خاص مفہوم متعیّن کرنا پڑے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے غیب کا کوئی تصوّر صحیح ہے ہی نہیں۔ ہر چیز آنِ واحد میں اس کے سامنے موجود ہے، ہمیشہ سے موجود تھی اور ہمیشہ موجود رہے گی — اس کی شان تو عالم ما کان و ما یکون ہے لہٰذا یہاں غیب کا کیا سوال! پس نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں لفظِ غیب کا استعمال دراصل ہمارے محدود علم کے اعتبار سے ہوا ہے جو عالمِ مابعد الطبیعی ہماری نگاہوں سے مخفی ہے، جہاں تک ہمارے حواس کی رہنمائی ممکن نہیں۔ جس کی طرف ہماری فطرت میں صرف چند وجدانی اشارے موجود ہیں، ان پر انبیاء و رسل کی وساطت سے ہم سے ایمان بالغیب لانے کا مطالبہ کیا

گیا ہے۔ ہم کو ملائکہ کے وجود کو ماننا پڑے گا اگرچہ ہماری آنکھیں اُن کو دیکھ نہیں سکتیں ہم ان کا لمس محسوس نہیں کر سکتے، وہ ہمارے حواس سے ماوراء ہیں۔ ہم کو جنّت و دوزخ پر ایمان لانا پڑے گا، ہم کو قیامت، حشر و نشر، اور حساب و کتاب پر غرضیکہ آخرت کے بارے میں جو بھی خبریں اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ نے دی ہیں، ان سب پر ایمان لانا پڑے گا۔ یہ تمام ایمانیات ہمارے لیے غیب ہیں۔ بلکہ اچھّی طرح سمجھ لیجئے کہ رسالت پر ایمان لانا بھی غیب پر ایمان لانا ہے اور صرف ہمارے لیے غیب نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدّیقؓ کے لیے بھی غیب تھا، بایں معنیٰ کہ حضرت جبریلؑ کو آتے ہوئے اور وحی کو نازل ہوتے تو حضرت ابو بکر صدّیقؓ نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے دیکھا محمدؐ ابن عبداللہ کو۔ اور حضورؐ کی بحیثیت نبی و رسول تصدیق اور حضورؐ پر ایمان بھی غیب ہی تھا اور غیب ہی رہے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد کو دعوت | حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو جب نبوّت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے اپنے والد کو جن الفاظ میں دعوت دی وہ سورۂ مریم میں بیان ہوئے ہیں کہ :

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ
عَنْكَ شَيْئًا ۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ
جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ
فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝

(سورۂ مریم: ۴۲-۴۳)

"یاد کرو جب کہ اُس نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! آپ ایسی چیزوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ وہ کچھ آپ کے کام آنے والی ہیں! اے میرے باپ! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے تو آپ میری پیروی کریں، مَیں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا۔"

یہاں حضرت ابراہیمؑ نے جس علم کا حوالہ دیا ہے وہ درحقیقت علم الوحی ہے۔ پس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے عالم الغیب والشہادہ اور علّام الغیوب میں غیب کا لفظ اس معنی میں ہے کہ جو حقائق پردے کے پیچھے مستور ہیں اور جو انسانوں کی نگاہوں سے چھپائے گئے ہیں ان پر انسان ایمان لائے۔ ہمارے دین میں اسی کا نام ایمان بالغیب ہے۔ انسان کا امتحان اسی میں ہے کہ وہ ان مستور حقائق پر اُسی طرح یقین و ایقان رکھے جس طرح وہ اپنے حواس کی گرفت میں آنے والے حقائق پر ایمان رکھتا ہے۔

انبیائے کرام کی اہم خصوصیّت | ماوراء الطّبیعات کے بعض اہم حقائق کو انبیائے کرام

علیہم السّلام پر منکشف کیا جاتا ہے اور اُن سے اُن کو مطّلع کیا جاتا ہے، اسی ذریعۂ علم کا نام وحی ہے اور یہی نزولِ وحی نبوّت کا خاصّہ ہے اور اس خصوص میں سرِفہرست ہیں ہمارے نبی جناب محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم جو نبی آخرالزّماں بھی ہیں اور خاتم النبیّین اور سیّد المرسلین بھی حضورؐ کی شان تو یہ ہے کہ صبح و شام حضرت جبریلؑ سے ملاقاتیں ہیں۔ حضرت جبریلؑ قرآن حکیم بھی حضور کے قلب مبارک پر نازل فرما رہے ہیں: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (بقرہ ۹۷) نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ (الشوریٰ ۱۹۳-۱۹۴) إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ (التکویر ۱۹-۲۰) حضورؐ کی تعلیم پر بھی مامور ہیں، عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ (النجم ۵) نبی اکرمؐ اُن کی امامت میں نماز ادا فرماتے ہیں۔ ہر رمضان میں جتنا قرآنِ کریم نازل ہو چکا ہوتا ہے اُس کا حضرتِ جبریلؑ کے ساتھ دَور فرما رہے ہیں۔ اس حیاتِ دنیوی کے آخری رمضان المبارک میں یہ دَور دو مرتبہ ہوا ہے۔ نبی اکرمؐ حضرتِ جبریلؑ سے شکوہ بھی فرماتے ہیں کہ دیر دیر سے کیوں آتے ہیں، آپ کو جلد جلد آنے میں آخر کیا امر مانع ہے! غرض کہ یہ سارا معاملہ بلیش آرہا ہے حضرتِ جبریل علیہ السلام کے ساتھ، جو ہمارے لیے قطعی غیب ہیں۔ معراج تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وہ خصوصیت و فضیلت ہے کہ جس میں کوئی اور دوسرا نبی شریک نہیں۔ اس عالمِ ارضی سے عالمِ ملکوتی میں جسمِ اطہر کے ساتھ حضورؐ کو بلایا جاتا ہے۔ مختلف آسمانوں پر مختلف جلیل القدر انبیاء و رُسل سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں، جنّت و دوزخ کا مشاہدہ کرایا جا رہا ہے۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی ہو رہی ہے۔ جہاں تک پہنچنے کی جبریل امینؑ کو بھی اجازت نہیں ہے۔ اس اعتبار سے نبی اکرمؐ کے لیے علمِ غیب ہی نہیں مشاہدۂ غیب بھی ثابت ہے، لیکن یہ کہ کل غیب، سارا غیب، مطلق غیب، ما کان و ما یکون کا علم حضورؐ کو حاصل نہیں تھا۔ قرآن مجید اور احادیث شریفہ نیز نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ مطہّرہ کے بعض اہم واقعات اس پر شاہد ہیں۔ بطورِ مثال عرض کرتا ہوں کہ واقعہ افک حضورؐ کی زندگی میں ایک انتہائی ذہنی اذیّت کا باعث تھا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگتی ہے، جس کا ذکر زبان زدِ عام ہو جاتا ہے۔ یہ تہمت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گوشِ مبارک تک بھی پہنچتی ہے۔ ذرا چشمِ تصوّر سے دیکھیے کہ قلبِ محمد علیٰ صاحبہ الصّلوٰۃ والسّلام پر کیا بیتتی

گئی ہوگی۔ ایک عام شریف انسان پر بھی بیوی کی عصمت پر تہمت لگنے سے آسمان ٹوٹ پڑتا ہے اور حضورؐ تو اشرف الاشراف اور اکرم الخلائق ہیں۔ نوعِ انسانی کا عطر و جوہر ہیں۔ دنیا میں سب سے افضل انبیاء رُسُل کی جماعت ہے اور حضورؐ اس مبارک طائفہ کے سرخیل و سردار ہیں، سید المرسلین ہیں، خاتم النبیّین اور محبوب ربّ العالمین ہیں، سیّد ولد آدم ہیں، سرورِ عالم ہیں (صلّی اللہ علیہ وسلّم وفداہ ابی و اُمّی) لیکن انسانی غیوروں میں سب سے اکبر و اعظم غیورؐ کے دل پر کیا بیت رہی ہے؟ ذاتی علمِ غیب ہوتا تو خود ہی فرما دیتے کہ :۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ٥ لیکن تین دن کے قریب رحمۃ للعالمین شدید ترین ذہنی کوفت میں مبتلا رہے۔ ذاتی علم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہ کر پائے آخر کار سورۂ نور میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو دلِ بے قرار کو قرار آیا۔

پس معلوم ہوا کہ حضورؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے مطلق علمِ غیب کا عقیدہ "شرک فی العلم" ہوگا۔ اسی طرح حضورؐ کے غیب کے علم کی کامل نفی بھی دراصل حضورؐ کی رسالت و نبوت کے انکار کے مترادف ہوگی۔

اصل حقیقت ہمارے ہاں جو مختلف مکاتیبِ فکر پائے جاتے ہیں، ان کے عقائد دراصل اشعریہ و ماتریدیہ سے ماخوذ ہیں جو ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں اور یہ عقائد، عقیدۂ توحید سے متصادم نہیں۔ کلامی انداز کی تعبیرات میں چند اختلافات ہیں لیکن اساسی طور پر کوئی اختلاف نہیں۔ بدقسمتی سے عالم نما جہلا اور بے علم واعظین نے عوام النّاس کی دین سے ناواقفیّت سے فائدہ اٹھانے اور اپنی مذہبی سیادت کا قلادہ عوام کی گردنوں پر لادنے اور اپنے مدرسوں کے لیے اپنے اپنے حلقۂ اثر سے مالی تعاون حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے مسائل کو بحث و نزاع کا موضوع بنا رکھا ہے تاکہ ان کا علیحدہ تشخص باقی رہے اور اس قسم کی تفرقہ بازی سے ان کی مذہبی سیادت و قیادت اور سیاست بھی قائم اور چمکتی رہے اور دنیا میں ان کی وجاہت اور قدر و منزلت ہو اور ان کی خطابت اور نکتہ آفرینی کی شہرت ہو۔ ان تمام تر کلامی و فقہی اختلاف کو ہوا دینے کی اصل حقیقت یہی ہے۔

شرک فی الصّفات کے ضمن میں مَیں نے جو فارمولا آپ کے سامنے رکھا ہے اس فارمولے کو جب آپ ان مسائل پر APPLY کریں گے جن کی وجہ سے ہماری وحدتِ ملّی میں

ٹینٹ اور ترپال

بنانے کا ممتاز ادارہ

ایچ نظام دین اینڈ سنز

مرکزی دفتر

محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

قرآن کا عجیب ہونا

محمد اقبال واحد

" اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ اس قرآن کو سنا ایک جماعتِ جنوں نے پس انہوں نے اپنی قوم سے جاکر کہا کہ حق یہ ہے کہ ہم نے سنا ہے قرآنِ عجیب کہ جو راہ دکھاتا ہے رشد و ھدایت کی چنانچہ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔"

یہ سورۂ جن کی ابتدائی آیات ہیں جن کا بامحاورہ ترجمہ یا ترجمانی میں نے کی ہے۔ چنانچہ میں نے ان آیات کو اپنے مقالے کا عنوان بنایا ہے۔ یعنی "قرآن کا عجیب ہونا"

القرآن الحکیم براہِ راست خدا کا کلام ہے جو اِلٰہ واحد اِلٰہ حقیقی اِلٰہ مطلق ہے۔ اِلٰہ فی الارض و اِلٰہ فی السماء۔ اِلٰہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ذات جس کی حقیقت و معرفتِ کنہ کو جاننے میں جس حد تک کوشش جس حد تک کاوش سے کام لیا جائے گا، سوائے تحیر و درماندگی، عجز و بیچارگی، شکستِ ادراک و فکر کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہاں معاملہ معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد کا ہے وہ ذات عالی اپنی ذات میں، اپنی صفات میں، اپنی صفات کی وسعتوں میں، پہنائیوں میں، گہرائیوں میں، گیرائیوں میں، قوتوں اور طاقتوں میں، قدر و اختیار میں، خوبیوں اور کمالات میں، جلال و جمال میں جس نکتہ عروج پر ہے، انسانی عقل اپنی رسائی میں اس حد تک نارسا ہے کہ وہ اس کی ذات و صفات کے درجات کا ادراک نہیں کرسکتی۔ اس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو بجا طور پر جنوں نے اس کتاب کے مصنف کے بارے میں جو ہر لحاظ سے ہر اعتبار سے ماوراء الوریٰ ہے، اس کی کتاب کو ایک عجیب شے سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ قرآن ہر لحاظ سے ہر اعتبار سے صوت کلام سے لے کر اعجازِ معانی تک، شکلِ ظاہری سے لے کر شکلِ معنوی تک، اپنے آغاز سے لے کر اپنی انتہا تک، ایک فرد کے لئے راہِ عمل ہونے سے لے کر پوری کائناتِ انسانی کے لئے نظامِ حیات ہونے تک، اپنے نظامِ تکوین سے لیکر نظامِ تشریع تک عجائب ہی نہیں عجائبات کا ایک ایسا خزینہ ہے جس کے عجائبات قیامت تک

تلاش کرنے والوں کو درِ شہوار کی طرح ہاتھ تو آتے رہیں گے لیکن ختم نہیں ہوں گے۔

قرآن کا عجیب ہونا اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ دنیا کی تمام تر اخلاقی نصائح و پند پر مشتمل کتب میں سے واحد وہ کتاب ہے جو الکتاب ہے جو اپنے اعجازِ بیان میں، زورِ بیان میں، طریقِ بیان میں، طریقِ استدلال میں، طریقِ استشہاد میں، اپنی قوتِ تعمیرِ فکر و کردار میں، اپنی قوتِ تسخیر میں، اپنی قوتِ انقلاب میں اپنی مثال آپ ہے اپنا جواب آپ ہے۔ اور جہاں تک صحیفہ خداوندی ہونے کا تعلق ہے ایک الہامی و سماوی کتاب ہونے کا تعلق ہے وہ فرقان حق و باطل ہے، برہان خیر و شر ہے۔ محاکمہ درمیان خوب و زشت ہے۔ وہ نور ہے۔ وہ مصدق ہے۔ وہ صادق ہے۔ وہ مصدوق ہے۔ وہ ہدیٰ ہے۔ وہ الہدیٰ ہے۔ وہ قیّم ہے۔ وہ اقوم ہے۔ جو اپنی رعنائی بیان، اسلوب بیان، مضبوط طریقِ استدلال و استشہاد سے ایک تدریج کے ساتھ کمال حکمت و دانائی کے ساتھ فطرت انسانی کے تمام تر تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس راہ کی طرف بلاتی ہے جو راہِ نجات ہے۔ دنیا و آخرت میں ایک ایک فرد کے لئے بھی اور ایک ایک اجتماع کے لئے بھی۔

یہ اس لحاظ سے عجیب ہے کہ براہِ راست پوری نوعِ انسانی کو مخاطب کرتی ہے۔ اس کے مخاطبین قیامت تک کے لوگ ہیں۔ خواہ وہ کسی عہد و ادوار کے لوگ ہوں۔ کسی خطۂ زمین کسی زمان و مکان کے لوگ ہوں۔ وہ بلا امتیاز کسی اونچ نیچ کے وہ بلاکسی امتیاز گورے اور کالے کے بلاکسی امتیازِ رنگ و نسل کے بلاکسی امتیاز بڑے اور چھوٹے کے بلاکسی امتیاز شاہ و گدا کے بلاکسی امتیازِ خادم و مخدوم کے بلاکسی امتیاز غلام و آقا کے بلاکسی امتیاز راعی و رعیت کے بلاکسی امتیاز امیر و غریب کے بلاکسی امتیاز زبردست و زیردست کے بلاکسی امتیاز بندگی و آقائی کے عبادتِ رب کی دعوت دیتی ہے۔ وہ خالقِ کائنات کے سوا ہر نوع کی حاکمیت ساورنٹی، پروردگاری، برتری، بالاتری، عبودیت، بندگی، غلامی کا انکار کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کائنات اور دیگر تمام کائناتوں کا اس مکلف مخلوق انسان اور تمام غیر مکلف مخلوقات کا واحد مالک خالق پروردگار، فرماں روا، حاکمِ مطلق، آمرِ مطلق، حاکم علی الاطلاق، قادر و قدیر، بزرگ و برتر ایک اور ایک یکتا و یگانہ اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک ذوالجلال والاکرام اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ وہ کہتی ہے۔ یہ کائنات بے خدا نہیں اور تم بھی بے خدا نہیں اور خدا وہ ہے جو محض خالق نہیں محض مالک نہیں حاکمیت بس اسی کی حاکمیت ہے۔ ساورنٹی بس اس کی ساورنٹی ہے۔ جو اپنے زور دلیل پوری

کائنات پر بہ اعتبار تکوین کے اور کائنات انسانی پر بہ اعتبار تشریع کے قائم و دائم ہے اور اس کی حاکمیت کلّی اور مکمل توحید خالص کی علم بردار ہر نوع کے شرک سے ہر نوع کے باطل سے ہر نوع کی منافقت سے ہر نوع کے تناقض سے ہر نوع کے تضاد سے ہر نوع کے تساہل سے ہر نوع کی کجی سے کجروی سے بے راہ روی سے ناہمواری سے بے انصافی سے ظلم و جبر سے خواہ وہ ایک فرد کا ہو یا ایک قوم کا ہو اس سے منع کرتی ہے اس کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے۔ وہ حق کو اور الحق کو جو اس کے نزدیک الحق ہے وہ اس نظامِ حیات کو جو اس کے نزدیک نظامِ حیات ہے وہ اس دین کو جو اس کا دین ہے۔ غالب اور مسلط کر دینا کر دینا چاہتی ہے۔ وہ خدائے واحد کی حاکمیت میں کسی محدودیت کسی شراکت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ جس حق کو پیش کرتی ہے اس کے بارے میں اس کا مطالبہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ کوئی کونہ کوئی حصّہ کوئی شعبہ اس حق کی فرمانروائی سے باہر نہیں ہے۔ پھر وہ اس حق کو یعنی خدائے واحد کی حاکمیّت کو زمین کے گوشے گوشے تک پہنچانا اور قائم کرنا چاہتی ہے کہ حق کے فوائد سے ہر ذی روح ہر متنفس بہرہ در ہو۔ وہ انسان وہ انسانیت جو شرک کی وادیوں میں نام نہاد خداؤں کے حضور مصنوعی اور جعلی اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی صنم و اصنام قبور و مقابر زندہ اور مردہ کے آستانوں استھانوں پر ٹھوکریں کھاتی چلی آرہی ہے۔ سنگ مرمر کی سلوں اور سنگ سرخ سنگ سیاہ کے پتھروں اور گوشت پوست کے بے شمار فراعنہ اور نماردہ قیاصرہ و کسریٰ درختوں، سمندروں، دریاؤں، چاندوں سورجوں بندروں لنگوروں سانپوں اور بچھوؤں کے سامنے یہ اشرف مخلوق سر بہ زانو ہے سربسجدہ ہے سرنگوں ہے۔ ایک خدا ایک ایمان ایک نبوت ایک رسالت ایک کتاب ایک آخرت پر قلبی یقین و ایمان لاکر اپنے اس مقام شرف و منزلت کو حاصل کرے جو خالق کائنات کی جانب سے اس کے لئے مقدر ہے۔ گویا وہ پوری نوع انسانی کی اجتماعی زندگی میں ایسے انقلاب کی داعی ہے جو نہ جزوی انقلاب ہے۔ نہ وقتی انقلاب ہے۔ نہ جسم و جسد کا انقلاب ہے۔ نہ کسی عہد و ادوار کا انقلاب ہے۔ نہ کسی زمان و مکان کا انقلاب ہے۔ وہ ایک کامل اور مکمل انقلاب ہے۔ ایک ایک فرد کے قلوب و اذہان کا انقلاب ہے — ایک ایک معاشرہ کا انقلاب ہے، ایک ایک ریاست کا انقلاب ہے۔ پوری نوعِ انسانی کا انقلاب ہے۔ گویا بین الاقوامی انقلاب ہے۔ بین الانسانی انقلاب ہے۔ اور وہ انقلاب وہی ہے جو اوپر عرض کیا گیا کہ پوری نوع انسانی فرد سے لے کر اجتماع تک

بدل جائے۔ ان کے قلوب واذہان بدل جائیں۔ صورتیں بدل جائیں۔ سیرتیں بدل جائیں فکر کے انداز بدل جائیں۔ کردار کے انداز بدل جائیں۔ زمین بدل جائے آسمان بدل جائے اور وہ انقلاب بس یہ ہے کہ ایک فرد کی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک پوری نوع بشری خالق کائنات کی حاکمیت ساورنٹی کو بہ دل و جان قبول کرے کہ یہی اس کے لئے دنیا و آخرت میں راہ سود و بہبود ہے۔ راہ فلاح و صلاح ہے۔ راہِ نجات و مغفرت ہے محض آخرت کی حد تک نہیں دنیا کی حد تک بھی کہ پوری انسانی برادری جب خداوندی نظام و قسط کو اختیار کرلے گی تو وہ سب کے سب تکوینی طور پر تو خدا کے بندے ہیں تشریعی اعتبار سے بھی جب خدا کے بندے ہوں گے تو نہ کوئی خادم ہوگا اور نہ کوئی مخدوم نہ آقا ہوگا اور نہ کوئی غلام نہ کوئی زورآور ہوگا اور نہ کوئی بے زور نہ کوئی زبردست ہوگا اور نہ کوئی زیردست۔ نہ کوئی راعی ہوگا اور نہ کوئی رعیّت۔ نہ کوئی جہاں پناہ ہوگا اور نہ کوئی بے پناہ نہ کوئی شاہجہاں ہوگا اور نہ کوئی بے جہاں۔ نہ کوئی عالمگیر ہوگا اور نہ کوئی بے گیر۔ سب کے فرائض یکساں سب کے حقوق یکساں۔ سب کے مال محترم سب کی جانیں محترم۔ سب کے سب خدا کے مملوک اس کی سلطنت کے رائج ایک ہی قانون سب کے لئے ایک ضابطہ سب کے لئے۔ سب کے سب ایک ملک کے شہری سب کے سب ایک سطر کے غازی سب کے سب ایک سیدھ کے نمازی۔ ایک معبد کے پجاری ایک عبادت گاہ کے عابد۔

یہ اس لحاظ سے بھی عجیب کہ گویا کتاب ہے۔ لیکن الکتاب ہے۔ جس کا موضوع انسان ہے۔ انسان کا تزکیہ و تہذیب نفس انسان کے لئے فلاح و کامرانی آخرت کی ضامن دنیاوی فلاح و اطمینان کی ضامن۔ وہ آئی ہے اس دعوے کے ساتھ کہ وہ لاریب فیہ ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب نہیں جو اپنے بارے میں لاریب فیہ کا دعوٰی کرسکے۔ وہ یہدی الی الرشد کے پیام کے ساتھ آئی ہے یعنی وہ پورے نوع بشری کی راہ نمائی کرتی ہے۔ اس راہ کی جانب جو راہ مستقیم ہے۔ جو راہ فطری ہے جو راہ عقلی ہے۔ جو راہ وجدانی ہے۔

وہ اس لحاظ سے بھی عجیب کہ اس نے جہان علم و ادب میں فصاحت و بلاغت انشا و زبان لسان و کلام طرق استدلال و استشہاد کا جو معیار قائم کیا ہے دنیا کی کوئی کتاب اس کا اس میدان میں مقابلہ کرنے کا تصور تک نہیں کرسکتی۔ اس کتاب نے

آج سے پندرہ سو سال پہلے زبان و کلام کا جو معیار قائم کیا تھا۔ اختیار کیا تھا پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود وہ زبان انچ بھر آگے نہیں سرک سکی۔ انچ بھر پیچھے نہیں آسکی ہے۔ جبکہ زبانیں مرور زمانہ سے بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں۔ اس صحیفہ خداوندی کی زبان اس قدر پاک صاف اور ستھری زبان ہے کہ اس میں سے ایک لفظ تک کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی جو رکیک ہو بے محاورہ ہو بے مفاد ہو بے وجہ بے سبب ہو پھر وہ جس پروگرام کی حامل ہے وہ اس قدر جامع اور مانع کہ قیامت تک اس میں نہ کسی ترمیم کی ضرورت ہے نہ تنسیخ کی حاجت۔ وہ ہر زمانے کے مسائل کا حل ہر زمانے کے تقاضے ضرورت صورت مشکل اشکال کا جواب کافی وافی شافی۔

وہ اس لحاظ سے بھی عجیب کہ پندرہ سو سال میں کسی تحریف کی شکار نہیں ہوئی کسی کو یہ جرأت ہی نہ ہوئی کہ وہ اس میں تحریف کر سکے۔ یہ نہیں کہ جرأت کی نہ گئی ہو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بعد کے ادوار میں یہودیوں نصرانیوں سناتن دھرمیوں برہمو سماجیوں کی طرف سے کوئی دقیقہ تحریف نہیں اٹھا رکھا گیا لیکن وہ منہ کے بل گر کر رہے۔ اس کتاب نے چیلنج کیا تھا اس زمانے کے دانش وروں کو اور وہ چیلنج قیامت تک کے دانشوروں کے لئے موجود ہے کہ اس کے مقابلہ کی ایک کتاب برسبیل تنزل ایک سورة برسبیل تنزل دس آیات بنا کر لا دکھائیں۔ لیکن نہ اس وقت کے قریش کے ہاں جن کی یہ اپنی مادری زبان تھی اور جو اپنے سوا پوری دنیا کے انسانوں کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔ کوئی مائی کا لال پیدا نہ ہوا جو اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت کرتا اور نہ بعد کے حکماء و علماء فلاسفہ اور جی ٹی ایس یہ جرأت کر سکے۔ جرأت کرنا تو بڑی بات ہے جرأت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکے ـــــ اور آگے چلئے! اس کتاب نے انسانیت کی فلاح کے لئے جو پروگرام پیش کیا ہے اس سے بہتر پروگرام یا کم از کم اس کے مقابلے کا پروگرام کوئی تو پیش کرتا کہ انسانیت جس الجھن مصیبت پریشانی آفت دکھ درد میں گرفتار ہے، دھکوں پر دھکے کھاتی چلی آرہی ہے۔ امپریل ازم سے دھکا کھاتی ہے تو سوشلزم کی طرف دوڑتی ہے۔ ملوکیت سے دھکا کھاتی ہے تو جمہوریت کی طرف آتی ہے اور جمہوریت سے نالاں ہوتی ہے تو آمریت کے سائے میں پناہ لیتی ہے اور جب کہیں پناہ نہیں ملتی تو خودکشی کے سوا اسے کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ لیکن کسی کے پاس اس مصیبت کا مداوا اس درد کا درماں ہوتا تو پیش کرتا۔ یہ صرف اور

صرف اس کتاب کا اعجاز ہے افادیت ہے جو انسان کو ہر نوع کے استحصال سے نجات دلاتی ہے۔ اور یہ کوئی محض نظری بات نہیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں اس نے یہ کر دکھایا ہے کہ انسان کو منجملہ انواع استحصال سے نجات ملی ہے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی عجیب کہ وہ جو نظامِ معروف ومنکر پیش کرتی ہے۔ وہ عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ یعنی آج تک کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکا اور آئندہ بھی نہیں کہہ سکے گا۔ خواہ وہ ملحد ہو زندیق ہو کافر ہو فاسق ہو فاجر ہو کہ کذب بہتر ہے صدق سے ظلم بہتر ہے رحم سے سنگدلی بہتر ہے رافت سے خیانت بہتر ہے دیانت سے باطل بہتر ہے حق سے ناجائز بہتر ہے جائز سے حرام بہتر ہے حلال سے۔ جہالت بہتر ہے علم سے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی عجیب کہ وہ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ہے تو یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا بھی ہے۔ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا تو ظاہر ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ان کے حق میں ہے۔ جو اپنے ذہنی تراشیدہ مزعومہ عقائد کو تفسیر بالرائے کو اس کتاب سے ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ وہ الفاظ تو بدل نہیں سکتے کہ وہ براہِ راست اس کے تحفظ میں ہیں جس کا یہ کلام ہے۔ معانی بدل دیتے ہیں۔ آیات کا مدلول بدل دیتے ہیں اور پھر کیا ہوتا ہے وہ اپنا منہ لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے نظریات جن کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے قرآن پر اپنا زور صرف کیا تھا۔ کوڑے کرکٹ کا ڈھیر بن کر رہ جاتے ہیں۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی عجیب کہ جہاں وہ ایک ایک فرد کے روح و وجدان کا تزکیہ کرتی ہے اسے مزکّی اور متقی بناتی ہے۔ موحد اور متوکل بناتی ہے۔ صابر و شاکر بناتی ہے۔ امارت حق اور اقامت دین کا سپاہی بناتی ہے۔ پورے کے پورے ماحول کو اور معاشرے کو اس رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ جس کا نام اس کی زبان میں صبغۃ اللہ ہے۔ حزب اللہ ہے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی عجیب کہ ایک عامی اس سے ہدایت کا طالب ہوتا ہے تو بخل سے کام نہیں لیتی اور اگر ایک دقیقہ رس اور نکتہ رس مدبر اس کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کرتا ہے تو در شہوار نکال لے آتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ساری ہے اور جاری و ساری رہے گا۔

یہ کتاب اس اعتبار سے بھی عجیب کہ کوئی فرد یہ شکایت نہیں کرسکتا کوئی معاشرہ یہ شکایت نہیں کرسکتا۔ کوئی ریاست یہ شکایت نہیں کرسکتی کہ اس کی زندگی کے فلاں فلاں گوشوں میں قرآن سے اسے راہ نمائی نہیں ملتی۔ وہ اگر فرد کو فکر و کردار کی تطہیر دیتی ہے اس کی زندگی کے تمام گوشوں، شعبوں اور حصص میں تو ٹھیک اسی طرح سے ایک معاشرہ کو اپنی معیشت میں اپنی معاشرت میں اپنے لین دین میں اپنے رہن سہن میں اپنے داد و ستد میں اپنے سلام و کلام میں اپنی نشست و برخاست میں اپنی خوراک و پوشاک میں راہ نمائی دیتی ہے تو ٹھیک اسی طرح ایک ریاست کو اپنے معاملات سلطنت میں اپنی مجالس قانون ساز میں اپنی مجالس پارلیمان میں اپنی ایوانِ شوریٰ میں ایوانِ صدارت و وزارت میں عدلیہ میں انتظامیہ مقننہ میں دفتر میں دفاتر میں قانون سازی میں دستور سازی میں راہ نمائی دیتی ہے۔ وہ اگر ایک فرد کو توحید کے اصول دیتی ہے۔ ایک خدا ایک پروردگار ایک مالک ایک خالق ایک حاکم ایک فرمانروا ایک ولی ایک والی ایک مددگار ایک رستگار ایک نافع ایک ضار ایک حاجت روا ایک مشکل کشا ایک فریاد رس تو ایک ریاست اور معاشرہ کو بھی یہ اصول دیتی ہے کہ ایک حاکمیت ایک سروری ایک ساورنٹی اور وہ خدا لئے واحد یکتا و یگانہ کی ہے۔ وہ ایک ایک فرد کو اگر شرک نفسی شرک عبودیت ابلیس شرک صنم و اصنام شرک سورج و قمر، شرک قبور و مقابر سے روکتی ہے تو ریاست کو بھی شرک قومیت شرک وطنیت سے دور رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ وہ ایک ایک فرد کے لئے اگر فضائل اخلاق کا اہتمام کرتی ہے رذائل اخلاق کی بیخ کنی کرتی ہے تو معاشرہ اور ریاست کے حق میں بھی کام کرتی ہے۔ وہ عدلیہ کے حضور اگر ایک عام آدمی کو لاکھڑا کرتی ہے تو کسی جہاں پناہ کسی شاہ جہاں کسی امیر المومنین کسی خلیفۃ المسلمین کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتی اس کے کٹہرہ انصاف میں کسی نوع کی عدم یکسانیت نہیں ہے۔ برخلاف ازیں کامل اور اکمل یکسانیت اس کے قانون کی گرفت میں مکافات عمل میں اس بحث کا کوئی مقام نہیں ہے فلاں عام ہے اور فلاں خاص ہے۔ فلاں کا خون سفید ہے تو فلاں کا خون سرخ ہے۔ اس کے نزدیک شاہ سے لے کر گدا تک اور عامی سے لے کر خاص تک اور [illegible] سے لے کر عالم تک سب کا خون سرخ ہے۔

عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

رشید جیولری ہاؤس

لاہور

ٹمپل روڈ — سوہا بازار

۳۱۱۴۴۰ — ۳۰۴۳۳۳ — ۶۴۴۳۳ — ۵۶۴۷۹

پروپرائیٹر

اے وحید

قاری نصیر احمد غزنوی قسط : (۵)

اظہارِ حق

قادیانیت، اپنے لٹریچر کے آئینے میں

جہاد قطعاً حرام ہے

ہر ایک شخص جو بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ ۲۸)

وفادار فوج

اس مبارک اور امن بخش گورنمنٹ کی نسبت کوئی خیال بھی جہاد کا دل میں لانا کس قدر ظلم اور بغاوت ہے۔ یہ کتابیں ہزارہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزارہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر پڑا ہے۔ بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی کا رکھتی ہے وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ گورنمنٹ کے لیے ایک وفادار فوج ہے جن کا ظاہر و باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔

(تحفہ قیصریہ۔ صفحہ ۱۲، صفحہ ۲۱۴/۱۲)

تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت

یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لیے ہے۔ تاکہ ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے عام خلائق منتفع ہو گی ایسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کے لیے انواع و اقسام

کے فوائد متصور ہوں گے جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عزّ وجلّ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ ازانجملہ ـــ یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیر خواہ اور دعا گو ہوں گے کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جس کی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہیں کہ انسان جس سلطنت کے زیرِ سایہ بامن وعافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی و دنیوی مقاصد میں بارآور کوشش کر سکے۔ اسی کا بدخواہ و بداندیش ہو۔ بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکر گذار نہ ہو تب تک خدا تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ ان کا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے

فتفکروا و تاملوا منہ (ازالۂ اوہام۔ حصّہ دوم۔ صـــ ۵۶۱)

پُرامن گورنمنٹ

اوّل مَیں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ایسی پُرامن گورنمنٹ کے سایہ میں ہمیں جگہ دی جو ہمیں اپنے مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور دادگستری سے ہر ایک کا نٹا ہماری راہ سے دُور کرتی ہے۔ سو ہم خدا کے شکر کے ساتھ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں۔

(لیکچر لاہور۔ صـــ ۱۴۷)

میرے اعلیٰ مقاصد

مَیں اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایۂ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیرِ سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں۔ اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے۔ مگر مَیں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرۂ ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیرِ سایہ انجام پذیر ہو سکتے تھے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔

(تحفہ قیصریہ۔ صـــ ۲۸۳/۳۱ صـــ ۳۱ ، صـــ ۲۸۴/۳۲ صـــ ۳۲)

یہی ایک سلطنت

ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایۂ عاطفت میں

بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوئے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۴۱)

سچی خیر خواہی

مَیں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیر خواہی میں ابتداء سے آج تک وہ کام کیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی۔ اور مَیں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی کرنی چاہیئے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے۔

(انجام آتھم۔ صفحہ ۶۴)

گورنمنٹ کی سچّی اطاعت

مجھ سے سرکار انگریز کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ مَیں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کر کے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گذار اور دعاگو رہے۔ (ستارہ قیصریہ صفحہ ۱۱ صفحہ ۱۲)

سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت

میری عمر کا اکثر حصّہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۵ /۲)

امن بخش سایہ

مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ کیونکہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت

کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے۔ (تریاق القلوب ۔ ص ۱۵۶/۲۸)

گورنمنٹ کی پناہ

اے نادانو گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لیے بالواسطہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہے۔ (کتاب البریہ ۔ ص ۳۳۴)

سچّی ہمدردی

یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا ہے تیرے ہی وجود کی برکت اور نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔ خدا نے تیرے عہدِ سلطنت میں دنیا کے دردمندوں کو یاد کیا اور آسمان سے اپنے مسیح کو بھیجا اور وہ تیرے ہی ملک اور تیری ہی حدود میں پیدا ہوا۔ تیرا عہدِ حکومت کیا ہی مبارک ہے۔ (ستارہ قیصریہ ص ۱۱۸ د ص ۱۱۹)

پُرامن عہدِ سلطنت

اے ملکہ معظمہ ... تیرے عہدِ سلطنت سے زیادہ پُرامن اور کون سا عہدِ سلطنت ہوگا جس میں مسیح موعود آئے گا۔ تیرے عہدِ سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہدِ سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لیے موزوں ہو سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا۔ (ستارہ قیصریہ ص ۱۱۶ د ص ۱۱۷)

انگریزوں کا آنا نعمتِ الٰہی ہے

انگریزوں کا اس ملک میں آنا مسلمانوں کے لیے درحقیقت ایک نہایت بزرگ نعمت الٰہی ہے پس جبکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نعمت ہے تو پھر جو شخص خدا تعالیٰ کی نعمت کو بے عزتی کی نظر سے دیکھے وہ بلاشبہ بدذات اور بدکردار ہوگا۔ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو دُور سے لایا اور اس کا آنا ہمارے لیے ایسا ہوا کہ ہم یک دفعہ تاریکی سے روشنی میں آ گئے اور قید سے آزادی میں داخل ہوئے اور نبوت کے زمانہ کی طرح اس ملک میں دعوتِ اسلام ہونے لگی اور ہمارے خدا نے بھی جس کی نظر کے سامنے ہر ایک سلطنت ہے جو اپنے قدیم وعدے[1] کو پورا کرنے کے لیے اس سلطنت کو موزوں دیکھا۔ (ایام الصلح ۔ ص ۲۱۶/۱۴۲ ص ۱۱۵)

---

[1] یعنی مرزا صاحب کو مسیح موعود بنانے کے لیے (ناقل)

مبارک گورنمنٹ

خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے اس زمانہ میں ایسے شخص کو پھر ایمان تازہ کرنے کے لیے مامور کیا اور اس لیے بھیجا کہ لوگ قوتِ یقین میں ترقی کریں۔ وہ اسی مبارک گورنمنٹ کے عہد میں آیا۔ وہ کون ہے؟ وہی ہے جو تم میں کھڑا بول رہا ہے۔

(روئیداد جلسہ دعا۔ ص ۶۱۵/۲۳)

اسلام بول

مرزا صاحب اور انگریزی سلطنت

ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں

(کتاب البریہ ص ۳۲۱)

اس نعمت کا شکر کرنا ہم پر واجب ہے

ہم جس کوشش اور سعی اور امن اور آزادی سے اسلامی وعظ اور نصائح بازاروں میں کوچوں میں گلیوں میں اس ملک میں کر سکتے ہیں اور ہر ایک قوم کو حق پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تمام خدمات خاص مکہ معظمہ میں بھی نہیں بجا لا سکتے۔ چہ جائیکہ کسی اور جگہ۔ تو پھر کیا اس نعمت کا شکر کرنا ہم پر واجب ہے یا یہ کہ مفسدہ بغاوت شروع کر دیں۔ (اتمام الحجۃ ص ۳۰۷/۳۵ ص ۲۸)

محسن گورنمنٹ

اگر ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کا شکر نہ کریں جس کے بابرکت وجود سے ہمیں دعوت اور تبلیغ اسلام کا وہ موقع ملا جو ہم سے پہلے کسی بادشاہ کو بھی نہیں مل سکا۔ کیونکہ اس علم دوست گورنمنٹ نے اظہارِ رائے میں وہ آزادی دی ہے جس کی نظیر اگر کسی اور موجودہ عملداری میں تلاش کرنا چاہیں تو لاحاصل ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ہم لنڈن کے بازاروں میں دینِ اسلام کی تائید کے لیے وہ وعظ کر سکتے ہیں جن کا خاص مکہ معظمہ میں میسر آنا ہمارے لیے غیر ممکن ہے۔ اس محسن گورنمنٹ کا یہ احسان بھی کچھ تھوڑا نہیں ہے کہ وہ ہمارے مال اور آبرو اور خون کی جہاں تک طاقت ہے، سچے دل سے محافظت

کر رہی ہے۔ (ست بچن ص ۲۷۷/۱۵۴)

ہم آزادی سے

اِس گورنمنٹ کے ہمارے سر پر احسان ہیں کہ اس کے زیرِ سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمتِ تبلیغ پوری کرتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب کی رُو سے آپ کے رہنے کے لیے اور بھی ملک ہیں۔ اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر مکّہ میں یا مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں لیکن اگر میں جاؤں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب لوگ میرے لیے بطور درندوں کے ہیں الاّ ماشاءاللہ۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایسی گورنمنٹ کے زیرِ سایہ مجھے مبعوث فرمایا ہے جس کا مسلک دل آزاری نہیں ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصّہ پنجم۔ ص ۱۲۸ ص ۲۹۴)

ظالم طبع ملّا

خدا کا یہ فضل اور احسان ہے کہ ایسی محسن گورنمنٹ کے زیرِ سایہ ہمیں رکھا۔ اگر ہم کسی اور سلطنت کے زیرِ سایہ ہوتے تو ظالم طبع مُلّا کب ہماری جان اور آبرو کو چھوڑتا۔ الاّ ماشاءاللہ۔ ان ربّی علیٰ کلّ شئ قدیر۔ (کتاب البریہ ص ۴/۲۲)

ٹکڑے ٹکڑے

اگر خدا تعالیٰ کے فضل سے گورنمنٹ برطانیہ کی اس ملک ہند میں سلطنت نہ ہوتی تو مدّت سے اس کو (یعنی مرزا صاحب کو) ٹکڑے ٹکڑے کر کے معدوم کر دیتے۔ (ایام الصلح ص ۲۵۵/۴۹)

پُرامن حکومت کی پناہ

میرے لیے خدا نے پسند کیا کہ میں آسمانی کارروائی کے لیے ملکہ معظمہ کی پُرامن حکومت کی پناہ لوں۔ (تحفہ قیصریہ ص ۲۵۵/۴ ص ۳)

نورانی عہد

اے ملکہ معظمہ ... تیرے عہدِ سلطنت کے سوا اور کوئی عہدِ سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لیے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نُور نازل کیا کیونکہ نور نور کو

۱؎ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب

اپنی طرف کھینچتا ہے اور تاریکی تاریکی کو۔ (ستارہ قیصریہ ص۱۱)

پوری آزادی میرا یہ دعوےٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعتِ حق کر سکتے ہیں۔ یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔ اگر یہ امن و آزادی و بے تعصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی تو وہ لوگ ہرگز تلوار سے ہلاک نہ کیے جاتے۔ اگر یہ امن و آزادی اور بے تعصبی اس وقت کے قیصر اور کسریٰ کی گورنمنٹوں میں ہوتی تو وہ بادشاہتیں اب تک قائم رہتیں۔ (ازالہ اوہام ص۱۳۰)

حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست

مَیں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک جو بیس برس کا زمانہ ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں مَیں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مَیں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں اور ایسا ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شائع کرتا رہا ہوں اور مَیں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی اور حدِ اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کیے کہ یہ شخص ڈاکو تھا۔ چور تھا۔ زناکار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا۔ اور بایں ہمہ جھوٹا تھا۔ اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا۔

تو مجھے ایسی کتابوں اور ایسے اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔

تب مَیں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لیے حکمتِ عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔

تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔

تب مَیں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی، چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔

کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لیے یہ طریق کافی ہوگا۔

کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آ چکے تھے یکدفعہ اُن کے اشتعال فرو ہو گئے۔ کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔ بایں ہمہ میری تحریر پادریوں کے مقابل پر بہت نرم تھی گویا کچھ بھی نسبت نہ تھی۔

سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمتِ عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ مَیں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔

کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ کا بنایا ہے۔

(۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے۔

(۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔

(۳) تیسرے خدا تعالےٰ کے الہام نے۔

روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ - عاجزانہ درخواست ص ۴۸۹/۳۶۱ ، ص ۴۹۰/۳۶۲ ، ص ۴۹۱/۳۶۳)

(نوٹ :- غور طلب بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعوے کی بنیاد کیا ہے ؟ کیوں کہ بنیاد ہی پر عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ ۱۸۸۲ء سے ۱۹۰۸ء تک کی قریباً ۱۹ کتابوں کے ۳۴ اقتباسات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے دعوے کی بنیاد انگریزی سلطنت کی حمایت ہے۔ لہٰذا بنیاد ہی غلط ہے۔ دنیا میں جتنے بھی نبی آئے ہیں انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے (بقول خود) مرزا صاحب پہلے نبی ہیں جنہوں نے ایک کافر بادشاہِ وقت (یعنی انگریزی حکومت) کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا اور اسی تعلیم پر اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ مرزا صاحب مسلمانوں کی درستی و اصلاح کے لیے نہیں بلکہ انگریزی سلطنت کی درستی و مضبوطی کے لیے مسیح موعود بن کر تشریف لائے تھے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دَور (یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں مسیح موعود کی ضرورت مسلمانوں سے زیادہ انگریزی حکومت کو تھی، جو ان کے خلاف نفرت و بغاوت کے بھڑکے ہوئے جوش کو ٹھنڈا کر سکے۔ اس کے لیے مرزا صاحب نے جو کچھ بھی کیا، جتنی اور جیسی کوششیں کیں وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ صرف ایک جگہ مخالفت کی جھلک نظر آتی ہے، اس میں بھی انگریزوں ہی کی ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ کارفرما ہے۔ بقول شاعر ؎

چشمِ عتاب میں بھی توجہ کی شان ہے
افسانہ برقرار ہے عنوان بدل گیا (ن۔ ا)

جماعت کی تعداد و مالی امداد

ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو

اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے۔ اس التوا کا موجب کیا ہے لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ سے لکھا جاتا ہے۔

اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خودغرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں ہوتی دیکھی ہے جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین سلمہ اللہ تعالیٰ یاد دلا رہے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ قول بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے ہی کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں اور مارے تکبر کے سیدھے منہ السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آئیں اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں۔ اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے ... بلکہ بعض میں ایسی بدتہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھتا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ پھر دوسرا بھی فرق

نہیں کرتا وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا ہے اور جلتا ہے اور بلا اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر مَیں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر مَیں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسے کے لیے اکٹھے کروں۔ . . اگر مَیں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لیے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن بھی ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا ہے اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا۔ . . مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے مَیں ایسا ڈرتا ہوں جیسے شیر سے۔ اس وجہ سے مَیں نہیں چاہتا کہ کوئی دنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔ پس التوا جلسہ کا ایک سبب یہ ہے جو مَیں نے بیان کیا۔

(شہادت القرآن۔ اگست ۱۸۹۳ء ص $\frac{۳۹۴}{۹۸}$ ، ص $\frac{۳۹۵}{۹۹}$ ، ص $\frac{۳۹۶}{۱۰۰}$ ، ص $\frac{۳۹۸}{۱۰۲}$)

بیعت کے باوجود!

اکثر لوگ باوجود . . . بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلّی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی ان میں باقی رہ جاتی ہے اسی وجہ سے ان کی نسبت ہمیشہ میری یہ حالت رہتی ہے کہ مَیں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ ان کو ابتلاء پیش نہ آوے اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں۔

مرید کے باطن کے چہرہ پر جذام!

مگر افسوس کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سالہا سال گذر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی ان کی طرف سے نہیں آتا۔ اس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کے دل مر گئے ہیں اور ان کے باطن کے چہرہ پر کوئی داغِ جذام ہے۔

مرید۔ مُردار خور کتے

وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں۔ اور جن کو مرنا ہرگز یاد

نہیں ہے۔ میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہے۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کرلیں۔
میں اس شخص کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں سڑے گلے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لیے ایک جماعت ہو۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۶۷ و ص۶۸)

جماعت کی تعداد اور ترقی کی رفتار میں

تضاد بیانیاں

(۱) ہمارے سلسلہ کی کارروائیوں کے لیے ہزارہا روپیہ آیا اور ہزارہا نئے لوگ جان و مال فدا کرنے والے ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔ (فتح الاسلام ص۳۴ - ۱۸۹۱ء)

(۲) اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئۃ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار پانچ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی۔

(انجام آتھم ص۴۴ دسمبر ۱۸۹۶ء ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء)

اسی کتاب کے ص۳۱۵/۳۱ پر فرماتے ہیں:

(۳) اس عرصہ میں آٹھ ہزار کے قریب لوگوں نے میرے ہاتھ میں بیعت کی۔

(انجام آتھم۔ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء)

- یہ کہنا[1] کہ مرزا صاحب اپنے معتقدوں کی تعداد ۳۱۳ سے زیادہ نہیں بتلا سکتے یہ کس قدر حق پوشی ہے کہ یہ تعداد صرف ان لوگوں کی لکھی گئی تھی جو سرسری طور پر اس وقت خیال میں آئے۔ نہ یہ کہ درحقیقت یہی تعداد تھی اور اسی پر حصر رکھا گیا تھا۔ بلکہ ہم نے اپنے ایک مضمون میں صاف طور پر شائع بھی کر دیا تھا کہ اب تعداد ہماری جماعت کی آٹھ ہزار سے کم نہیں ہوگی لیکن یہ ایک مدت کی بات ہے اور اس وقت تو بڑے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ دو ہزار اور بڑھ گئے ہیں اور ہماری جماعت اس وقت دس ہزار سے کم نہیں ہے جو پشاور سے لے کر بمبئی

[1] محمد حسین بٹالوی۔

کلکتہ، کراچی، حیدرآباد دکن، مدراس، ملک آسام، بخارا، غزنی، مکہ، مدینہ، اور بلاد شام تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک سال میں کم سے کم تین چار سو آدمی ہماری جماعت میں بزمرۂ بیعت کنندگان داخل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دس دن بھی قادیان میں آکر ٹھہرے تو اسے معلوم ہو جائے کہ کس قدر تیزی سے خدا تعالیٰ کا فضل لوگوں کو ہماری طرف کھینچ رہا ہے۔ اندھوں اور نابیناؤں کو کیا خبر ہے، کہ کس عظمت کی حد تک یہ سلسلہ پہنچ گیا ہے اور کیسے طالبِ حق لوگ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے مصداق ہو رہے ہیں۔

(فریاد درد ص ۵۱/۴۲۲ ۔ تالیف مئی ۱۸۹۸ء طبع ۱۹۲۲ء)

(۵) آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے۔ جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۲۵/۴ ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء)

(۶) اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے ستر ہزار کے قریب بیعت کرنے والوں کا شمار پہنچ گیا ہے۔ (نزول المسیح ص ۳۸۲/۶ و ص ۳۸۳/۷ ۔ جولائی اگست ۱۹۰۲ء)

(۷) تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقراء اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے۔ (تحفۂ گولڑویہ ص ۱۸۱/۹۵ یکم ستمبر ۱۹۰۲ء)

(۸) چند سال میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ اشخاص نے میری بیعت کی۔ (تحفۃ الندوہ ص ۱۰۱/۱۳ ص ۸ ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

(۹) اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے۔

(ضمیمہ نزول المسیح اعجاز احمدی ص ۲۴/۱۳۲ ۲۸ ۔ ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء)

(۱۰) اور ہزار ہا لوگوں کا دو لاکھ کے قریب میرے ہاتھ پر بیعت کر کے راستبازی اور پاک دامنی اختیار کرنا۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۴/۴ ۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

خدا نے مجھے عزت دی اور ہزار ہا لوگوں کو میرے تابع کر دیا۔

اس کے بعد تیسری سطر میں فرماتے ہیں:

یہاں تک کہ دو لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہو گئی۔ (لیکچر لاہور ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء)

(۱۱) ایک کثیر جماعت میرے ساتھ ہے اور جماعت کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ (لیکچر لدھیانہ ص ۲۵/۴ ۴ نومبر ۱۹۰۵ء)

(۱۲) جو صرف ظاہری مسلمان تھے وہ حقیقی مسلمان بننے لگے جیسا کہ اب تک چار لاکھ کے قریب بن چکے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۲۳/۱۲۳ ، ص۱۲۰ - ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء)

(۱۳) جن دنوں میں یہ فتویٰ ملک میں شائع کیا گیا، ان دنوں میں دس آدمی بھی میری بیعت میں نہ تھے مگر آج خدا کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔

(تجلیات الٰہیہ - ص۳۹/۵ - ۵ - مارچ ۱۹۰۶ء)

(۱۴) خدا تعالےٰ کے فضل اور اس کی ہدایت سے تین لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے آج تک توبہ کر چکے ہیں اور اس شرعت سے یہ کارروائی جاری ہے کہ ہر ایک ماہ میں صدہا آدمی بیعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۷۲/۱۷۲ ص۱۶۸ - ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء)

(۱۵) تین لاکھ سے زیادہ جماعت ہوگئی اور کئی لاکھ روپیہ آیا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳ ص۴۴۴ - ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء)

(۱۶) اس وقت تو میری جماعت چالیس انسان سے زیادہ نہ تھی اور بعد میں چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۰۲ ص۵۳۸ - ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء)

(۱۷) اس سلسلہ میں داخل ہونے والے دو فریق ہوں گے۔ ایک پرانے مسلمان جن کا نام اوّلین رکھا گیا جو اب تک تین لاکھ کے قریب اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۸ - ۱۹۰۸ء)

(۱۸) جس قدر لوگ بیعت کے لیے آج تک قادیان میں آئے وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے اور سب بیعت کرنے والے چار لاکھ کے قریب ہوں گے۔

(چشمۂ معرفت - دوسرا حصہ - ص۴۰۶ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء)

(۱۹) یاد رہے کہ ہماری احمدی جماعت اب چار لاکھ سے کچھ کم نہیں ہے۔

(پیغام صلح ص۵۵ ص۲۶ - ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

(نوٹ :- ان اقتباسات سے جماعت کی تعداد فرضی معلوم ہو رہی ہے اور ظاہر ہو رہا ہے کہ بیعت کنندگان کا کوئی رجسٹر وغیرہ نہیں تھا۔ جس میں ناموں کا اندراج ہوتا ہو۔ اگر کوئی معقول انتظام ہوتا یا تعداد میں کچھ صداقت ہوتی تو ایک ہی کتاب کے اقتباسات اور ایک

بقیہ ص۶۲ پر

افکار و آراء

نسیمے از حجاز

رفیقِ تنظیمِ اسلامی محمد عبدالرشید رحمانی
۲/۶ شاہ فیصل نگر، ملتان روڈ، لاہور، حال مقیم جدہ سعودی عرب کے دو خطوط سے اقتباسات

(۱)

اما بعد! یہ عریضہ جو پہلی بار ارسال کر رہا ہوں۔ جو صرف "ماہنامہ میثاق" کے "افکار و آراء" کے بابت ہے۔

تنظیم کی رفاقت سے پہلے راقم الحروف امیر جمعیۃ اشاعت توحید والسنۃ پاکستان شیخ التفسیر قاطع شرک و بدعات حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ العالی کے دستِ مبارک پر بیعت تھا میں اب بھی ان کی بیعت ارشاد پر الحمد للہ رب العٰلمین کاربند ہوں ۔ تنظیم اسلامی کے امیر محترم کو میں نے اشاعت توحید والسنۃ کے مشن کو جو حضرت شاہ صاحب محترم نے شروع کر رکھا ہے، مسئلہ توحید والسنۃ، عظمت انبیاء علیہم السلام اور مقامِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہم خیال پایا۔ خاص کر ان کے دروس و خطابات میں توحید میں سماع و موتیٰ اور صحابہ کرامؓ میں خلفاء راشدین کو اسلام میں حیثیت، سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ کے مقام کو واضح کیا اور اس کے علاوہ "جہاد" جو امت پر فرضِ عین ہو چکا ہے، اس جہاد کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے امیرِ تنظیم اسلامی نے تنظیمِ اسلامی عالمی سطح پر خالصتاً انقلابی بنیاد پر قائم کر کے امتِ محمدیہ پر حجت قویہ قائم کر دی ہے ۔ لہٰذا میں جمعیۃ اشاعتِ توحید والسنۃ کی تحریک سے اتفاق کرنے والے تمام رفقاء کرام سے استدعا کروں گا کہ وہ اشاعتِ توحید والسنۃ کے فریضہ کو ادا کرتے ہوئے تنظیمِ اسلامی کی رفاقت کا فیصلہ کریں ۔

(۲)

بندہ نے مارچ ۸۳ء کا "ماہنامہ میثاق" کا [illegible]

میانوالی. سرگودھا کی رپورٹ پڑھ کر از حد مزید قلبی اطمینان ہوا کہ میں نے جمیعۃ اشاعت توحید و سنہ پاکستان کی رفاقت کے ساتھ تنظیم کی بھی رفاقت کر کے بہت خیر والا معاملہ اپنے ساتھ کیا ہے چنانچہ ان اضلاع میں امیرِ محترم کے جلسوں میں امیر جمیعۃ اشاعتِ توحید والسنہ کے صاحبزادہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد عطاءاللہ بندیالوی، مولانا محمد امیر صاحب، حافظ محمد مطیع اللہ صاحب کی باقاعدہ شمولیت اور جلسوں کے اہتمام میں نوجوانانِ جمیعۃ اشاعت توحید والسنہ محمد اقبال توحیدی، ظفر اقبال، محمد اسلم، محمد افضل خواجہ کا بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے واقعی تنظیم اسلامی کے پروگرام کو سمجھا ہے اور انہوں نے عملی میدان میں پاکستان میں تمام نوجوانانِ اشاعتِ توحید والسنہ کو دعوت دی ہے کہ وہ اشاعت توحید والسنہ کے مشن کو بھی پورا کرتے ہوئے فریضۂ جہاد (حقیقت جہاد) کو قرآن و سنت کی روشنی سے امیر تنظیم سے سمجھتے ہوئے انقلابی جدوجہد میں تنظیم کا بھی ساتھ دیں گے۔

بقیہ تبصرہ کتب

ہی کی ہے عبارت بے حد رواں اور ان سب کے لئے قابل فہم ہے۔ جو انگریزی کی کسی قدر استعداد رکھتے ہیں۔

اس اہم علمی و دینی خدمت پر سردار عبدالحمید صاحب بلاشبہ داد و تحسین اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں اہلِ علم اور صاحب ثروت افراد کو آگے بڑھکر ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا چاہیئے تاہم ان کا اصل اجر تو ان شاء اللہ آخرت میں محفوظ ہے اللہ تعالےٰ سردار عبدالحمید کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں دنیوی و اُخروی اجر کثیر عطا فرمائے۔ ۱۷۲ صفحہ کی اس کتاب کا ہدیہ اٹھارہ روپے نہایت مناسب بلکہ کم ہے۔ جب کہ اس کی افادیت کہیں زیادہ ہے۔

بقیہ : اظہارِ حق

بشکریہ جسارت

سنہ کی تعداد سے دوسرے سنہ کی تعداد میں اختلاف نہ ہوتا۔ (ن ا)

مرزا صاحب کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ستمبر ۱۹۲۴ء میں لکھتے ہیں:

"اس وقت یہ سلسلہ تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے ممبروں کی تعداد پانچ لاکھ سے کچھ زیادہ ہے۔" (احمدیت یعنی حقیقی اسلام ص۴)

(جاری ہے)

تعارف کُتب

انگریزی ترجمہ : سردار عبدالحمید

ضخامت : ۱۷۲ صفحات قیمت : اٹھارہ روپے

ناشر : دارالاسلام-۲۲۴-۴ احمد نگر، ڈھاکہ، تبصرہ : معین کمال

قرآن حکیم کے اس انگریزی ترجمہ کے مترجم الحاج سردار عبدالحمید ایک ستر سالہ بزرگ ہیں جو پہلے مشرقی پاکستان میں تھے - ان کا بیان ہے کہ ۱۹۵۸ء میں انہیں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ قرآن کریم کا ترجمہ کریں - چنانچہ انہوں نے ڈھاکہ میں ایک مسجد کے دو کمرے کرائے پر حاصل کرکے یہ کام شروع کر دیا - مشرقی پاکستان میں لوٹ مار اور دہشت گردی کے دوران ان کا تمام مال واسباب ضائع ہو گیا - تو وہ ستمبر ۱۹۷۱ء میں کراچی آ گئے - پھر مارچ ۱۹۸۳ء میں اللہ نے انہیں خواب میں حکم دیا کہ وہ اس کام کو دوبارہ شروع کریں - انہیں توقع ہے کہ آئندہ تین برسوں میں وہ پورے قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ مکمل کر لیں گے اس پیرانہ سالی میں سردار عبدالحمید، ترجمہ، ٹائپ، پروف ریڈنگ وغیرہ کا کام تنہا انجام دے رہے ہیں -

ترجمہ قرآن کا پہلا حصہ ہمارے پیش نظر ہے جو قرآن حکیم کے ابتدائی پانچ پاروں پر مشتمل ہے، ترجمہ نہایت سلیس اور آسان انگریزی میں ہے - اور حسب ضرورت حواشی سے بھی کام لیا گیا ہے، ترجمہ کا اسلوب یہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے ہر آیت کا عربی متن درج ہے اس کے سامنے انگریزی ترجمہ اور نیچے حاشیہ میں اس کی تشریح کی گئی ہے -

سردار عبدالحمید نے تنہا وہ کام شروع کیا ہے جو کثیر وسائل کے حامل کسی ادارے کے کرنے کا تھا - اور انہوں نے محض ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ کتابی صورت میں شائع ہو کر جو چیز قارئین کے سامنے آئی ہے اس کا ایک ایک حرف خود انہی کا ٹائپ کیا ہوا ہے - اس کے بعد ڈیزائننگ، پیسٹنگ اور پروف ریڈنگ بھی خود

امپورٹ ۔ ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

ربی بو انٹرنیشنل

برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ✤ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ✤ کاٹن گارمنٹس ✤ احرام تولیہ ✤ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ✤ لکڑی کا فرنیچر۔

درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ✤ سٹکر فلم ✤ سوچ سٹارٹر
ربڑ لیسٹکس ✤ پولیسٹر ریان۔

مرکزی دفتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۱ ۶ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور

ذیلی دفاتر: کراچی ۔ فیصل آباد۔

رفتارِ کار

امیرِ تنظیمِ اسلامی کا سات روزہ دعوتی و تربیتی دورہ کوئٹہ

سید برہان علی ہاشمی

اے بادِ صبا کچھ تو نے سنا مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم آنکھیں بچھانیوالے ہیں

زہے نصیب کہ ایک مرتبہ پھر پاکستان کے مشہور اور صحت افزا مقام یعنی شہر کوئٹہ کو یہ شرف نصیب ہوا کہ ایک ہفتہ کے دعوتی و تربیتی دورہ پر اس حسین و خوبصورت شہر میں امیرِ محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ورود مسعود ہوا۔ قارئین کے لئے یہ امر باعثِ تشنگی ہوگا اگر اس موقعہ کی مناسبت سے اس پر فضا وادی کے دینی پس منظر اور امیرِ موصوف کے موجودہ دورہ کی خصوصی غایت پر مختصراً روشنی نہ ڈالدی جائے۔

کوئٹہ پاکستان کے بلحاظِ رقبہ سب سے بڑے صوبہ بلوچستان کا صدر مقام ہے۔ یہاں کی آبادی مختلف اقوام پر مشتمل ہے۔ اگرچہ کہ یہ صوبہ ملک کے دیگر صوبوں کے مقابلہ میں نسبتاً پسماندہ ہے لیکن الحمدللہ دینی اعتبار سے کسی سے پیچھے نہیں۔ اہالیانِ بلوچستان روائتی طور پر اپنے دین پر سختی سے کاربند ہیں۔ عمومی طور پر پابندِ صوم و صلوٰۃ ہیں۔ سادہ طرزِ زندگی ان کا خصوصی طرۂ امتیاز ہے۔ نیز یہ امر قابلِ صد شکر و تحسین ہے کہ یہاں کے رہنے والے اکثر مسلمان تمام فرقہ بندیوں سے بالاتر ہیں۔ اور سیدھے سادے اور پکے مسلمان ہیں۔ یہاں قارئین کے لئے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس صوبہ کی اصل مقامی آبادی میں کوئی قادیانی یا شیعہ نہیں ملے گا ماسوائے ایک نہایت معمولی، آٹے میں نمک کے مصداق اقلیتی فرقہ کے جو "ذکری" کے نام سے موسوم ہے اور مکران کے علاقے میں آباد ہے۔

چنانچہ اسی دینی پس منظر کا یہ ردِ عمل تھا کہ امیرِ محترم کے ماہ اپریل ۱۹۸۳ء کے تین روزہ دعوتی دورہ کے دوران اس شہر کوئٹہ سے تیس رفقاء جو جذبۂ دینی سے سرشار تھے، آگے بڑھے اور امیرِ محترم کے دستِ مبارک کو تھام کر اقامتِ دین جیسی دشوار و کٹھن راہ پر گامزن ہونے کے لئے کمربستہ ہوگئے اور انہوں نے تجدیدِ ایمان۔ توبہ اور تجدیدِ عہد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے سمع و طاعت اور ہجرت و جہاد کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے کا عہد کیا۔ کوئٹہ جیسے چھوٹے سے شہر میں صرف تین یوم کے اندر اتنی تعداد میں رفقاء کا یہ انقلابی اقدام یقیناً اس خطہ کے باسیوں کا اپنے دین کو سمجھنے۔ اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کو عملی طور پر قائم و نافذ کرنے کے جذبہ کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یقیناً یہ امر ملک کے دیگر حصّوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ اب آئیے امیرِ محترم کے موجودہ سات روزہ دورہ کی ضرورت اور اہمیت کا بھی ایک سرسری جائزہ لے لیا جائے۔

امیرِ محترم کی روزمرہ اور گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے آپ کے سہ روزہ دورۂ اپریل کے دوران تنظیم اسلامی میں شامل ہونے والے رفقاء کو امیرِ محترم کی علمی معیت خاطر خواہ طور پر نصیب نہ ہو سکی۔ بنابریں ان کے انقلابی جذبہ کو قابلِ قدر اور مناسب جِلا نہ مل سکی۔ امیرِ موصوف کا صرف تین روزہ درسِ قرآن جو کہ سورۃ صف پر مبنی تھا۔ ان کے اس جذبۂ عمل کا محرک بنا۔ چنانچہ تمام ہی رفقاء کی یہ شدید خواہش تھی کہ کاش کوئی ایسا موقعہ فراہم ہو کہ امیرِ محترم کا کچھ قرب نصیب ہو جائے۔ جس سے نئے رفقاء کے انقلابی جذبہ میں نکھار کی صورت پیدا ہو اور راس عظیم صاحبِ علم وعمل کی صحبت و تربیت کے فیضان سے ان میں بھی علم وعمل کے موجود جذبہ اور عزم کو دوام حاصل ہو۔ لیکن امیرِ محترم کی بے انتہا مصروفیات اور ملک کے حالیہ مخصوص حالات کی بناء پر رفقاء کی مذکورہ بالا شدید خواہش فوری طور پر پوری نہ ہو سکی۔ بہرحال امیر تنظیم اسلامی کوئٹہ کی مساعی جلیلہ بالآخر کامیاب ہوئیں اور یہ اُن ہی کی کوششوں کا ثمر اور خداوندِ کریم کا فضل و کرم ہے کہ امیرِ محترم نے اپنے انتہائی قیمتی وقت میں سے آٹھ روز کا طویل عرصہ کوئٹہ کی تنظیم کے مختصر قافلہ کے راہروؤں کے لئے وقف فرما دیا اور طے پایا کہ امیرِ محترم چھ اکتوبر کو کوئٹہ تشریف لائیں گے اور گیارہ اکتوبر تک قیام فرمائیں گے اور کوئٹہ کی اس نوزائیدہ تنظیم کی آبیاری فرمائیں گے۔

جوں ہی امیرِ محترم کے مذکورہ بالا پروگرام کی اطلاع رفقاء کوئٹہ کو ملی ان کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے اور فوری طور پر تمام رفقاء محترم ڈاکٹر صاحب کے پروگرام کو کامیاب تر بنانے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اس تیاری میں ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دس ہزار ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ پانچ سو پوسٹر شہر کے مختلف علاقوں میں چسپاں کئے گئے۔ اہم مقامات پر بینر آویزاں کئے گئے۔ نیز شہر و چھاؤنی کی معروف جامع مساجد میں نمازِ جمعہ کے اجتماعات میں امیرِ محترم کے مجوزہ پروگرام کے اعلانات کرائے گئے۔ تربیت گاہ۔ درسِ قرآن اور خطابِ جمعہ کے لئے شہر کے قلب میں واقع مسجدِ طوبیٰ، جو کوئٹہ میں تنظیم کا عارضی مرکز بھی ہے کا ہی انتخاب کیا گیا۔ اس سلسلہ میں اگر مسجدِ طوبیٰ کی انتظامی کمیٹی کے معزز محترم اراکین و خطیب صاحب کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو یقیناً ناانصافی ہو گی جنہوں نے ازراہِ کرم و عنایت مسجدِ طوبیٰ کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنے کے سلسلہ میں ہر ممکن تعاون فرمایا۔ اس مسجد کے نیچے ایک وسیع و عریض ہال بھی ہے جو عوامی اجتماعات کے لئے رئیس بلدیہ کی منظوری سے استعمال ہوتا ہے۔ رفیقِ محترم سلطان محمود صاحب کی کاوش سے یہ ہال بھی بلا اجرت و کرایہ متذکرہ پروگرام کے لئے میئر کوئٹہ کی اجازت سے وقف کر دیا گیا۔

پانچ اکتوبر کو جبکہ انتظامی معاملات تکمیلی مراحل میں تھے۔ اچانک امیر تنظیم کوئٹہ جناب میاں محمد نعیم صاحب کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے دن بذریعہ ٹیلیفون لاہور سے اطلاع موصول ہوئی کہ نظرِ ثانی شدہ پروگرام کے تحت امیرِ محترم اب بجائے چھ اکتوبر کے آج ہی بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ پہنچ رہے ہیں۔ امیر صاحب نے فوری طور پر راقم الحروف کو یہ خوشخبری سنائی اور طے پایا کہ راقم الحروف اور بھائی شعیب الرحیم دونوں مل کر فوری طور پر جس قدر رفقاء کو ممکن ہو سکے ان کے گھروں پر اس تبدیل شدہ پروگرام کی اطلاع دے دیں۔ اگرچہ راقم الحروف کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ بھی نعیم صاحب کے ہمراہ امیرِ محترم کے استقبال کے لئے ایئرپورٹ پر موجود ہو۔ لیکن اپنے امیر کے حکم کی تعمیل میں بادلِ ناخواستہ اس سعادت سے محروم رہا۔ بہرحال گھر گھر جا کر بیشتر رفقاء کو یہ نوید سنا دی گئی کہ ان کے انتظار کے کٹھن لمحات اب ختم ہو چکے ہیں۔ اور امیرِ محترم کچھ ہی دیر میں کوئٹہ پہنچ رہے ہیں۔ تمام رفقاء نے یہ خبر حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ سنی۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ جس دن کا بڑی شدت اور بے چینی کے ساتھ انتظار ہو رہا تھا وہ یوں اچانک آن پہنچا خبر سنتے ہی رفقاء بیتاب تھے کہ کسی طرح فوراً ہی اپنے شفیق و مہربان سالارِ قافلہ کی زیارت سے مشرف ہوں اور

سعادتیں حاصل کریں۔

اس مرتبہ بھی حسبِ روایت شرفِ میزبانی جناب چوہدری محمد یوسف صاحب اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ہی کو حاصل ہوا جنہوں نے بہ کمال عنایت و خلوص امیرِ محترم کے لیے اپنے دولت خانہ پر قیام کا انتظام فرمایا۔ پروٹوکول کے فرائض رفیقِ محترم سلطان محمود صاحب کے سپرد ہوئے۔ جو خداوند کریم کی اَن گنت نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک کار کے بھی مالک ہیں۔ سلطان صاحب اگرچیکہ کافی عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں لیکن علالت کے باوجود وہ جس طرح ہر وقت اپنے فرائض کی ادائیگی میں کمربستہ اور مستعد رہے۔ اس پر وہ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ بہرحال امیرِ تنظیم کوئٹہ جناب میاں محمد نعیم صاحب امیرِ محترم کو خوش آمدید کہنے کے لیے سلطان محمود صاحب کے ہمراہ ائیرپورٹ تشریف لے گئے اور بالآخر وہ گھڑی آن پہنچی جب امیرِ موصوف نے اپنے وجودِ مبارک سے کوئٹہ کو رونق بخشی۔ آپ کے ہمراہ محترم محمد اشرف صاحب بھی تشریف لائے جو سعودی عرب میں ایک مشہور و معروف بینک میں ملازم تھے۔ وہاں پر امیرِ محترم کے دروس کے کچھ کیسٹ سنے۔ جذبۂ ایمانی میں حرارت پیدا ہوئی اور بینک جس کی بنیادی سودی نظام پر ہے کی ملازمت سے فوری طور پر استعفیٰ دے دیا۔ اور امیرِ محترم سے بیعت ہونے کی خاطر پاکستان کے لئے روانہ ہوگئے۔ خداوند کریم اپنے دین کی راہ میں ان کی اس عظیم قربانی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور استقامت سے نوازے۔ آمین۔ امیرِ محترم کی کوئٹہ تشریف آوری پر معلوم ہوا کہ جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب امیرِ محترم کی لاہور میں غیر حاضری کے باعث **مسجد دارالسلام** میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما کر کوئٹہ کیلئے روانہ ہونگے۔

کوئٹہ پہنچنے سے قبل ہی جہاز میں امیرِ محترم کی طبیعت زکام کا اثر ہو جانے کی وجہ سے کچھ ناساز ہو گئی تھی۔ چنانچہ طے پایا کہ رفقاء کو مزید کچھ دیر انتظار کے صبر آزما لمحات سے گزرنا ہوگا تاکہ امیرِ محترم ناسازئ طبع کی بناء پر کچھ آرام فرمالیں۔ چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ تمام رفقاء جن کو امیرِ محترم کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی بعد نماز مغرب امیرِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رفقاء کے علاوہ چند ایسے دوست بھی ہمراہ تھے جو بوجوہ تاحال باقاعدہ تنظیم میں شامل تو نہیں ہو سکے لیکن اجتماعات میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں۔ امیرِ محترم نے نہایت شفقت کے ساتھ فرداً فرداً ہر ایک سے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور خیریت دریافت فرمائی۔ چونکہ بیشتر رفقاء کے ساتھ امیرِ محترم کی سابقہ ملاقات نہایت مختصر تھی۔ لہٰذا امیرِ تنظیم کوئٹہ نے فرداً فرداً ہر رفیق کا امیرِ محترم سے مختصر تعارف بھی کرایا۔ جس میں امیرِ محترم نے خصوصی دلچسپی لی اور رفقاء سے کچھ مختصر سوالات بھی فرمائے۔ یہ بابرکت نشست ایک گھنٹہ سے زائد جاری رہی۔ رفقاء میں شاہد اسلام بھی شامل تھے جو ایک نوجوان اور معروف قاری ہیں۔ گزشتہ ماہِ رمضان میں اسلام آباد میں منعقدہ کل پاکستان مقابلہ قرأت میں دوسرے نمبر پر آئے تھے۔ ہمارے پُرانے رفیق ہیں۔ امیرِ محترم نے ان سے فرمائش کی کہ وہ کلامِ ربانی کی قرأت سے حاضرین کو مستفید فرمائیں چنانچہ قاری صاحب نے اپنی مخصوص اور دلکش و سُریلی آواز میں سورۃ البقرۃ کی چند آیات کی قرأت فرمائی جو اس محفلِ سعید کی برکات میں مزید اضافہ کا باعث ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی امیرِ محترم سے اجازت طلب کی گئی۔ اسی روز چند دیگر معززینِ شہر نے بھی چوہدری صاحب کے دولت خانہ پر ہی امیرِ محترم سے ملاقات فرمائی۔

٦ اکتوبر: چھ اکتوبر کو صبح کے وقت چونکہ کوئی پروگرام نہیں تھا۔ لہٰذا رفیقِ محترم سلطان محمود صاحب نے اپنی گاڑی میں امیرِ موصوف کو کوئٹہ کے اکلوتے تفریحی مقام "ہنہ" اور "اوڑک" کی سیر کرائی۔ اسی دن مزید مہمانانِ گرامی

کوئٹہ تشریف لائے۔ لاہور سے جناب محمد احمد صاحب و جناب علاؤالدین صاحب اور حیدر آباد سے جناب سعید صاحب کوئٹہ پہنچے۔ سعید صاحب ہمارے نئے رفیق ہیں۔ ماہِ اگست میں امیرِ محترم کے دورۂ حیدر آباد کے دوران بیعت ہوئے۔ کراچی سے بھی کئی رفقاء متوقع تھے لیکن راستہ کے مخدوش حالات کی بنا پر امیرِ محترم کے منع کر دینے کی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔ تاہم حافظ سلطان صاحب کوئٹہ پہنچ گئے۔ ان کا تعارف قارئین کے لئے عموماً اور رفقاءِ تنظیم کے لئے خصوصاً باعثِ دلچسپی و تقلید ہوگا۔ حافظ صاحب اگرچہ ہمارے باقاعدہ رفیق نہیں ہیں لیکن تنظیم کے اجتماعات میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے ہیں۔ ظاہری قوتِ بصارت سے محرومی کے باوجود ان کی ہمت و حوصلہ قابلِ ستائش ہے کہ تنِ تنہا بلا تردد کراچی سے کوئٹہ پہنچ گئے اور تمام پروگراموں میں پوری تندہی و دل جمعی سے شرکت فرمائی۔ ان کا یہ جذبہ یقیناً لائقِ تحسین اور ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

شام کو نمازِ مغرب کے بعد امیرِ محترم نے سورۃ الحدید کے درس کا آغاز فرمایا اور ابتدائی چھ آیات کی تشریح فرمائی۔

۷ اکتوبر: سات اکتوبر کو ٹھیک ایک بجے امیرِ محترم نے خطابِ جمعہ کا آغاز فرمایا۔ محرم الحرام کی مناسبت سے "شہادت" کا موضوع زیرِ بحث آیا۔ امیرِ محترم نے رفقاء کے مشورہ سے ہی یہ موضوع منتخب فرمایا تھا اور آپ نے نہایت جامع اور مدلل تقریر فرمائی۔ خصوصاً شہادتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حاضرین نے بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ تقریر سُنی اور بیشتر افراد کو تقریر میں بیان کردہ حقائق و اندازِ بیان کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے سنا گیا۔

سامعین کی تعداد کا اندازہ لگانا ایک مشکل امر ہے۔ بارہ بجے سے ہی لوگ جوق در جوق مسجد پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ جس وقت امیرِ محترم نے خطاب شروع فرمایا تو مسجد نمازیوں سے بھر چکی تھی۔ اور یہ وسیع و عریض بنتِ کعبہ اپنے تنگیٔ داماں کی شاکی تھی۔ پبلک ہال میں بھی تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اطراف کی تینوں سڑکیں حفظِ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی بند کر دی گئی تھیں اور وہاں پر دریاں اور صفیں بچھا دی گئی تھیں۔ وہ بھی تمام کی تمام نمازیوں سے بھر گئیں۔ اس سے ٹریفک میں بھی تعطل پیدا ہوا۔ نتیجتاً ٹریفک پولیس کے سپاہیوں کو آکر ڈیوٹی انجام دینی پڑی۔ اتنا زبردست اجتماع تھا کہ عید کا گمان ہو رہا تھا۔ اس اجتماع نے ایک مرتبہ پھر چھ ماہ قبل جامع مسجد ڈیری فارم کے اجتماعِ جمعہ کی یاد تازہ کرادی جہاں امیرِ محترم نے اپنے سابقہ دورہ کے دوران خطاب فرمایا تھا۔

دوپہر کا کھانا امیرِ محترم نے رفقاء کے ساتھ مل کر کھایا۔ چونکہ تربیتی پروگرام کے سلسلے میں رفقاء کی کچھ تعداد مسجد کے نیچے واقع پبلک ہال میں ہی مقیم تھی۔ لہٰذا چائے، ناشتہ و قیام و طعام کا بندوبست بھی وہاں ہی تنظیم اسلامی کوئٹہ کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اور پہلے ہی سے یہ پروگرام طے پایا تھا کہ بیشتر اوقات امیرِ محترم بھی طعام رفقاء کے ساتھ ہی مل کر تناول فرمایا کریں گے۔ کھانے کے دوران ہی جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب بھی لاہور سے تشریف لے آئے اور شریکِ طعام ہو گئے۔

شام کو بعد نمازِ مغرب مطابق پروگرام سورۃ الحدید کے سلسلہ وار درس کا آغاز ہوا۔ آج سامعین کی تعداد گذشتہ روز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔ آیات نمبر ۷ تا نمبر ۱۱ زیرِ مطالعہ آئیں۔

۸ اکتوبر: ۸ اکتوبر سے تربیتی پروگرام کا آغاز ہوا۔ چنانچہ بعد نمازِ فجر ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے اپنے مخصوص

اور دلکش انداز میں سورۃ العصر کا درس دیا۔ سامعین میں رفقاء کے علاوہ دیگر مقتدیوں نے بھی شرکت فرمائی۔ سات سے نو بجے تک ناشتہ اور دیگر ضروریات کے لئے وقفہ تھا۔ نو بجے نوجوان رفیق قاری شاہد اسلام صاحب کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک امیر محترم نے نہایت مدلّل طریقہ سے "فرائضِ دینی کا تصور" کے تحت بنیادی فرائض و لوازمات ایسے اہم عنوانات پر مفصل روشنی ڈالی۔ ایک عمارت کے تشبیہی خاکہ کے ذریعے ایک ایک نکتہ کی وضاحت پیش فرمائی۔ رفقاء کے علاوہ کچھ دیگر احباب بھی اس پروگرام میں شریک ہو کر مستفید ہوئے۔ ساڑھے دس بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ گیارہ بجے امیر محترم کی تقاریر پر مشتمل کتابچہ "مطالباتِ دین" کا اجتماعی مطالعہ شروع ہوا۔ "عبادتِ رب" کا موضوع زیر مطالعہ رہا۔ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے مختلف نکات و اشکالات کی وضاحت فرمائی۔ ایک بجے یہ نشست برخاست ہوئی۔ شام چار بجے محترم عبدالحنان صاحب جو رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے کوئٹہ میں مبعوث ہیں کی رہائش گاہ پر خواتین کا ایک اجتماع ہوا جس سے امیر محترم نے پردہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

شام بعد نمازِ مغرب سلسلہ وار درس کا آغاز ہوا۔ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۲ تا نمبر ۱۵ کی تشریح فرمائی۔

نمازِ عشاء کے بعد امیر محترم جناب حاجی نسیم صاحب مالک کیف بلدیہ کی دعوت پر ان کے دولت خانہ پر تناولِ ماحضر کے لئے تشریف لے گئے اور بعد میں دیگر شرکاء کے ساتھ دینی امور پر گفتگو بھی فرمائی۔

۹ اکتوبر: نو اکتوبر کو حسبِ پروگرام بعد نمازِ فجر محترم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے درسِ قرآن میں آیۃ برّ پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ رفقاء کے علاوہ دیگر مقتدیوں نے بھی درس میں شرکت فرمائی۔

نو بجے امیر محترم نے اپنے سابقہ روز کے بیان کا خلاصہ پیش فرماتے ہوئے موضوع کو آگے بڑھایا۔ چونکہ آٹھ اکتوبر کے پروگرام میں انقلابی نظریہ کو قبول کرنے والے افراد کے لئے ایک منظم جماعت میں شامل ہونے نیز جماعت کی اہمیت اور اس کے ناگزیر ہونے پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی جا چکی تھی لہٰذا آج کے پروگرام میں امیر محترم نے جماعتی نظام ہی کے سلسلہ میں اجتماعی کاموں کی اقسام۔ انقلابی عمل کے مدارج و مراحل جیسے اہم موضوعات پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا۔ مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ان کی توضیح و تشریح فرمائی۔

چائے کے وقفہ کے بعد گذشتہ روز کے مطالعہ کے تسلسل میں مطالباتِ دین کے دوسرے باب "شہادت علی النّاس" کا اجتماعی مطالعہ شروع کیا گیا۔ محترم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے حسبِ سابق مختلف نکات کی تشریح فرمائی۔ بارہ بجکر تیس منٹ پر امیر محترم نے سوال و جواب کی مختصر محفل میں رفقاء کے سوالات کے جواب عنایت فرمائے۔ ایک بجے امیر محترم نے رفقاء کے ساتھ مل کر ماحضر تناول فرمایا۔ نمازِ مغرب کے بعد سورۃ الحدید کے سلسلہ وار درس میں امیر محترم نے آیت نمبر ۱۶ تا نمبر ۲۱ کے مضامین کی توضیح و تشریح فرمائی۔

نمازِ عشاء کے بعد پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت درس سے متعلق سوال و جواب کی محفل منعقد ہوئی۔ تنظیم کی جانب سے شرکاءِ درس میں سوالنامہ فارم تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ حاضرین و شرکاءِ درس نے کثیر تعداد میں سوالات کئے۔ جن کے امیر محترم نے وضاحت کے ساتھ جواب عطا فرمائے۔ وقت زیادہ گذر جانے کے سبب

کچھ سوالات معرضِ التوا میں ڈالنے پڑے۔ جن کے جواب کے لئے گیارہ اکتوبر کی تاریخ مقرر کی گئی۔

۱۰ اکتوبر: آج کے پروگرام کا حسبِ معمول بعد نمازِ فجر۔ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے درسِ قرآن حکیم سے آغاز ہوا۔ انہوں نے نہایت دلپذیر انداز میں سورۃ لقمان کی ابتدائی آیات پر مبنی درس دیا جس میں حکمت و دانائی کے گوہر نایاب سامعین کو عطا ہوئے۔ نو بجے سے ساڑھے دس بجے تک اپنے سابقہ دو روزہ تربیتی درس کے تسلسل میں "جماعتی زندگی" کے عنوان کے تحت گفتگو فرماتے ہوئے امیرِ محترم نے "شرکاءِ جماعت میں مطلوبہ اوصاف" قرآن حکیم سے بیان فرمائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے سورۃ فتح۔ سورۃ نور۔ سورۃ مائدہ۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ الحجرات سے حوالے بیان فرمائے اور جامع انداز میں مذکورہ سورتوں کے مخصوص اور موضوع سے متعلقہ حصّوں کی تشریح فرمائی۔ بعدازاں ایک بجے تک حسبِ معمول "مطالباتِ دین" کا اجتماعی مطالعہ شروع ہوا۔ آج کا موضوع تیسرا اور آخری باب تھا جو "اقامتِ دین" کے موضوع پر مشتمل ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے حسبِ سابق جہاں ضرورت محسوس ہوئی وضاحت فرمائی۔ نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول سورۃ الحدید کا سلسلہ وار درس شروع ہوا اور آیت ۲۲ تا ۲۵ کے مضامین بیان ہوئے۔ عشاء کی نماز کے بعد امیرِ محترم جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ریٹائرڈ ڈی آئی جی پولیس کی دعوت پر ان کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ جہاں دیگر مدعوین کے ساتھ امیرِ محترم نے دینی امور پر گفتگو فرمائی۔ نیز مختلف حضرات کے سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔ طعام کے ساتھ ہی یہ محفل برخاست ہوئی ——— !!

۱۱ اکتوبر: گیارہ اکتوبر کے پروگرام کا آغاز بعد نمازِ فجر حسبِ معمول ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے درس سے ہوا۔ آپ نے سورۃ تغابن کا درس دیا۔ امیرِ محترم کی مصروفیات آج بلا وقفہ جاری رہیں۔ ناشتہ کے وقفہ کے بعد تربیتی پروگرام کی آخری نشست میں امیرِ محترم نے اپنی سابقہ روز کی گفتگو کے تسلسل میں "تنظیم کی اساس و بنیاد" کے موضوع کے تحت "نظام بیعت" پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ سورۃ توبہ۔ سورۃ فتح اور سورۃ صف کے حوالوں سے نظام بیعت کو ثابت فرمایا۔ چونکہ اسی روز بیعت کے خواہشمند افراد کے لئے بھی وقت معیّن کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا گیارہ بجے مقررہ پروگرام کے تحت انیس سرفروشانِ دینِ متین نے امیرِ محترم کے ہاتھ پر بیعت کی اور قافلہ جاں نثارانِ محمدؐ میں شامل ہوئے۔ بارہ بجے اس تربیتی پروگرام کے آخری مرحلہ میں امیرِ محترم نے "نظمِ جماعت" کے موضوع پر سلسلہ کلام کا آغاز فرمایا۔ قرآن مجید کی سورۃ نور۔ سورۃ توبہ اور سورۃ آلِ عمران کی مختلف متعلقہ آیات کے حوالہ جات کی روشنی میں اس موضوع کی اہمیت نیز امراء اور مامورین کی ذمّہ داریوں کی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائی۔ یوں اس چار روزہ تربیتی پروگرام کی آخری نشست تقریباً ڈیڑھ بجے اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے فوراً ہی بعد امیرِ محترم نے رفقاء کے ساتھ مل کر طعام تناول فرمایا

نمازِ عصر اور نمازِ مغرب کا درمیانی وقفہ سوال وجواب کے لئے مختص کیا گیا تھا۔ شرکاءِ درس نے کثیر تعداد میں سوالات دریافت کئے تھے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے آج بھی کچھ سوالات باقی رہ گئے جن کے جواب کے لئے اگلے روز نمازِ فجر کے بعد کا وقت مقرر کیا گیا۔

مغرب کی نماز کے بعد حسبِ سابق سورۃ الحدید کے سلسلہ وار درس کا اختتامی پروگرام ہوا۔ اور مذکورہ سورۃ کی آخری آیات کی توضیح و تشریح فرمائی۔ آج چونکہ درس کا آخری دن تھا۔ اس مناسبت سے عوام کی کثیر تعداد

اس میں شریک ہوئی۔ درس کے اختتام پر اجتماعی دعا مانگی گئی۔

نمازِ عشاء کے بعد امیرِ محترم کے ایک عزیز (جو کہ فوج میں ملازم ہیں) نے ایک محفل گفت و شنید کا انتظام فرمایا تھا۔ امیرِ محترم نے ڈاکٹر عبد السمیع صاحب و محترم محمد اشرف صاحب کے ہمراہ اس میں شرکت فرمائی۔ جہاں انہوں نے شرکائے مجلس سے گفتگو فرمائی اور مختلف سوالات کے جواب عنایت فرمائے۔ آج کا دن امیرِ محترم نے نہایت ہی مصروف گذارا اور بغیر کسی وقفہ و آرام کے مختلف پروگراموں میں شرکت فرمائی۔

۱۲ اکتوبر: حسبِ اعلان امیرِ محترم نے نمازِ فجر کے بعد بقیہ سوالات کے جواب عطا فرمائے۔ بعد ازاں امیرِ محترم امیرِ تنظیم کوئٹہ جناب میاں محمد نعیم صاحب کے ہمراہ ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ جہاں ہمارے محترم رفقاء جناب قاری سید افتخار احمد صاحب کاظمی کی اہلیہ محترمہ، محترم عبد الواحد خانصاحب کی اہلیہ محترمہ اور جناب شعیب الرحیم صاحب کی والدہ ماجدہ نے امیرِ محترم سے بیعت فرمائی۔ واضح رہے کہ امیرِ تنظیم کوئٹہ جناب محمد نعیم صاحب کی اہلیہ محترمہ کوئٹہ کی وہ خاتونِ اوّل ہیں جو امیرِ محترم کے سابقہ دورۂ اپریل کے دوران بیعت ہوئی تھیں۔ یوں کوئٹہ میں اب خواتین کا یہ ننھا سا قافلہ ترتیب پا گیا ہے۔ بارگاہِ ربّ العزّت میں ہم سب کی یہ عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہماری ان لائقِ صد احترام بہنوں کی قربانی کو قبول فرما کر انہیں عزم و حوصلہ اور استقامت سے نوازے اور یہی مختصر قافلہ بلوچستان میں دینی انقلاب کا ہراول دستہ ثابت ہو۔ آمین۔ قابلِ تحسین و صد مبارکباد ہیں ہماری یہ بہنیں جنہوں نے اس گہرے ہوتے معاشرہ میں اپنی دینی ذمّہ داریوں کو محسوس فرمایا۔ اور اپنے اس جذبہ کو مہمیز دی۔ امید واثق ہے کہ اپنے مشن کو جاری و ساری رکھتے ہوئے یہ خواتین محترم دوسرے خطہ کی خواتین کے لئے ایک روشن مثال قائم فرمائیں گی۔

نو بجے تمام رفقاء نے جناب چوہدری محمد یوسف صاحب کے دولت کدہ پہ حاضری دی اور امیرِ محترم سے الوداعی ملاقات کی۔ چونکہ انتظامی معاملات کو سمیٹنے کی وجہ سے رفقاء کا ائیرپورٹ پہ جانا مشکل تھا لہٰذا وہاں سے ہی انہوں نے امیرِ محترم کو رخصت کیا۔ امیرِ محترم جناب چوہدری صاحب و محترم نعیم صاحب کے ہمراہ ائیرپورٹ روانہ ہوئے۔ جہاں سے وہ لاہور کے لئے عازمِ سفر ہوئے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

امیرِ محترم کا یہ ایک ہفتہ کا دورہ نہایت کامیاب رہا۔ نیز رفقائے تنظیم کے لئے خصوصی طور پر انتہائی منفعت بخش ثابت ہوا۔ عوام الناس کے لئے بھی یہ دورہ کچھ کم مفید نہیں تھا۔ جس انداز میں امیرِ محترم نے چھ روز تک مسلسل سورۃ الحدید کا درس دیا اور جس تفصیل سے اس سورۃ مبارکہ کا مطالعہ ہوا۔ شرکاء پر اس کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ درس کے دوران بیشتر ارکان کو اشکبار دیکھا گیا۔ اکثر و بیشتر سامعین کو یہاں تک کہتے سنا گیا کہ انہوں نے آج تک کسی بھی عالم سے اس مؤثر انداز میں درسِ قرآن نہیں ... دوسری جانب امیرِ محترم کے حالیہ دورہ کے نتیجہ میں قافلۂ سرفروشانِ دین متین میں مزید انیس مرد حضرات اور تین خواتین کا اضافہ ہوا۔ یہاں یہ امر خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہے کہ یہ تمام سربکف کارکنان اعلیٰ تعلیمی زیور سے بھی آراستہ و پیراستہ ہیں اور جذبۂ دینی سے بھی سرشار ہیں۔ ہمیں بارگاہِ ربّ العزّت سے قوی امید ہے کہ یہ نئے شامل ہونے والے مجاہدین پرانے رفقاء کے لئے یقیناً قابلِ تقلید مثال ثابت ہوں گے۔ اس سلسلہ میں اگر امیرِ تنظیم کوئٹہ کی خدمات کو نہ سراہا جائے تو یہ ناانصافی ہوگی۔ دراصل یہ سب کچھ ربّ العزّت کی کرم فرمائی کے ساتھ

ساتھ جناب نعیم صاحب کی اَن تھک محنت و جد و جہد کا ثمر ہے۔ آپ نے ۱۹۸۲ء میں لاہور سے کوئٹہ آ کر تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ تنہا ہونے کے باوجود انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ آپ نے اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں دن رات اپنے آپ کو کھپائے رکھا۔ ان بے لوث اور مخلصانہ کوششوں کا ہی قدرت کی جانب سے یہ انعام ہے کہ آج تقریباً ڈیڑھ سال کی انتہائی قلیل مدت میں کوئٹہ تنظیم کے اس قافلہ میں ۶۳ جاں نثار شامل ہیں۔ خداوند کریم اُن کی ان مساعی جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ تمام رفقائے گرامی جو کوئٹہ کی تنظیم سے وابستہ ہیں وہ بھی قابلِ ستائش و صد مبارکباد ہیں کہ ان کی محنت و کاوش اور لگن سے امیر محترم کا یہ دورہ کامیاب رہا۔ جس جانفشانی سے انہوں نے دن رات خدمات انجام دیں۔ انکو اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں قبول فرمائے اور اقامتِ دین کے جس مقصد کو انہوں نے منزلِ حیات منتخب کیا ہے اس میں انہیں کامیابی و کامرانی سے نوازے۔ آمین ثم آمین!

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

کی مطبوعات میں

ایک اہم اضافہ

★

سانحۂ کربلا

مؤلفہ

ڈاکٹر اسرار احمد

کی

ایک اہم تقریر جواب کتابی شکل میں

شائع کی گئی ہے

صفحات — ۴۸

قیمت : ۳ روپے صرف

ملنے کا پتہ

۳۶ — کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون :- ۸۵۲۶۱۱

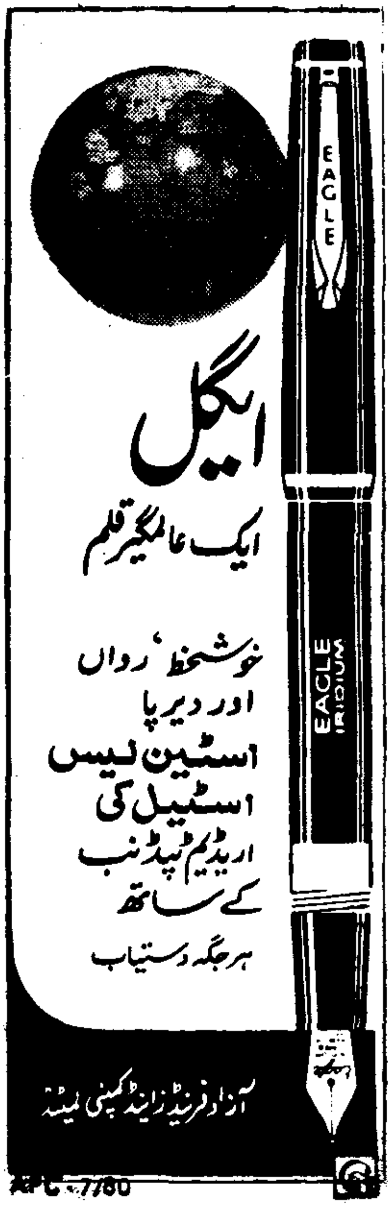

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

سورۃ الاسراء۔ الآیۃ ۸۲

عطیّہ: حاجی محمد سلیم

حاجی شیخ نورالدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

نمبر ۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور ۳۰۶۴۲۸ / ۳۰۵۴۶۹

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲۔ ایمپریس روڈ۔ لاہور

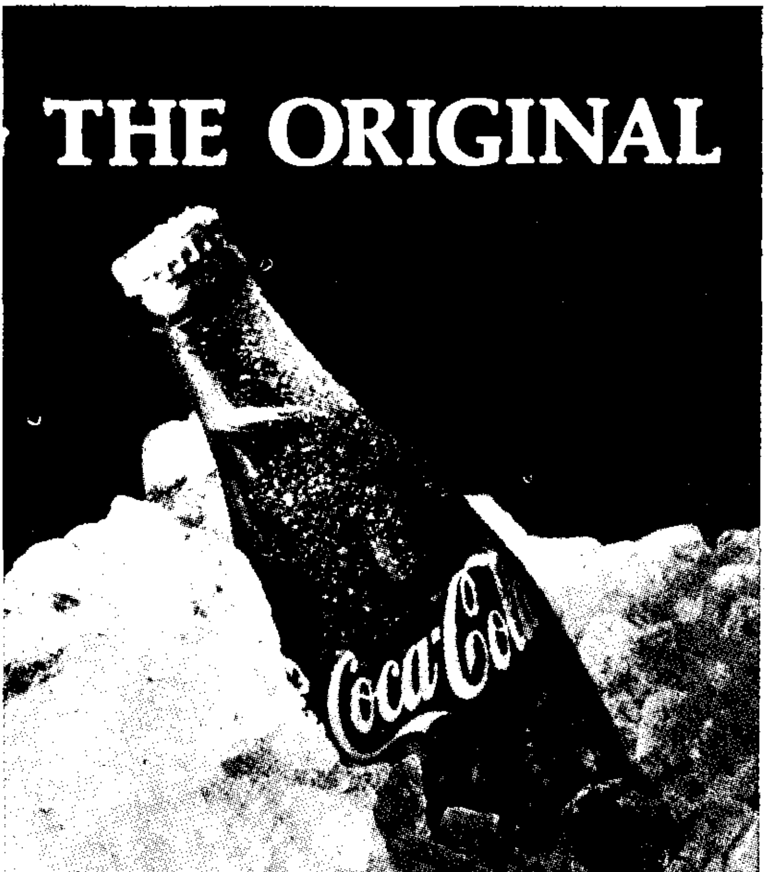
THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

آپ کو پرلیسٹرلیسیڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

- صدر دفتر : ۶ ۔ کوثر روڈ۔ اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور
  فون:۔ ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴
- پچیسواں کیلومیٹر ۔ لاہور شیخوپورہ روڈ ۔
- جی۔ٹی روڈ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات ۔
- پچیسواں کلومیٹر شیخوپورہ روڈ۔ فیصل آباد ۔
- فیروز پور روڈ۔ نزد جامعہ اشرفیہ۔ لاہور۔ فون:۔ ۴۱۳۵۶۹
- شیخوپورہ روڈ ۔ نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد ۔ فون:۔ ۵۰۶۲۶
- جی۔ٹی روڈ۔ مریدکے ۔ فون : ۷۰۰۳۸۹
- جی۔ٹی روڈ ۔ سرائے عالمگیر
- جی۔ٹی رود۔ سواں کیمپ ۔ راولپنڈی = فون:۔ ۶۸۱۲۷
- ۸۷۶-D فرید ٹاؤن ساہیوال = فون :۔ ۳۳۸۲

جاری کردہ : مختار سنز گروپ آف کمپنیز

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا ـــــ اور درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

فکر و عمل کی اساس!

اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ تقدیر کیا ہے اور کیا نہیں ہے اور اسے اپنے فکر و عمل کی اساس بنا لیں تو ہمارے ہاتھ وہ نسخۂ کیمیا آجائے گا جو ہمارے عروقِ مردہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑا سکتا اور احساسِ کمتری میں مبتلا زندگی کو عرفانِ ذات عطا کر کے عزم و یقین کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے۔

← اس حقیقت کو پا کر ہم منفی خیالات سے نجات حاصل کر سکتے اور ایک مثبت اور فعّال شخصیت بن کر اپنے بیشتر مسائل و مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔

← یہی وہ قندیلِ رہبانی ہے جو بیابانی کی اندھیری رات میں بھٹکے ہوئے راہی کو منزل کا پتہ دیتی ہے۔

← یہی وہ اکسیرِ اعظم ہے جو کشاکشِ حیات اور غمِ روزگار سے نجات کا ضامن ہے۔

← یہی وہ بنیادی آئین ہے جس میں قوموں کی تعمیر کا راز مضمر ہے۔

ھم نے اس راز کو پا لیا تو یہ ملتِ اسلامیہ کی تعمیرِ نو کی طرف ایک اہم ترین قدم ہوگا ـــــ ہماری زندگی کے خزاں دیدہ چمن میں بہار آجائے گی ـــــ ملک کی کایا پلٹ جائے گی ـــــ ہم اقوامِ عالم میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیں گے ـــــ انشاءاللہ تعالیٰ ـــــ آمین! یا ربّ العٰلمین!

روحانی اور مخفی علوم کے ممتاز سائنسدان سید عزیز الرّحمٰن شاہ پیرزادہ فرماتے ہیں کہ تقدیر کیا ہے ـــــ اور کیا نہیں ہے کا راز اس دعا میں مضمر ہے کہ:-

اللّٰہم رحمٰن و رحیم !!!

میرے ذہن و دل کو ایمان و یقین کے نور سے بھر دے تاکہ جو فیصلے تو نے میرے حق میں کر دیئے ہیں انہیں شکر کے ساتھ قبول کر لوں ـــــ میرے بازو میں وہ قوت اور دل و دماغ کو وہ روشنی عطا کر کہ اپنے حسنِ تدبیر سے ان مشکلات پر قابو پا لوں جن کا حل تو نے میری کوشش اور عمل پر منحصر کر رکھا ہے ـــــ مجھے وہ سمجھ بھی عطا فرما کہ میں تقدیر کے صحیح مطلب اور مفہوم کو سمجھ سکوں اور جو مصائب و آلام میری کوتاہیوں یا بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں انہیں اپنی قسمت کا لکھا "نہ" سمجھوں۔

شاہ صاحب قبلہ تلقین فرماتے ہیں کہ اس دعا کو اپنے قلب و ذہن میں اتار لیں۔ کارزارِ حیات میں اسے مشعلِ راہ بنائیں اس آخری حد تک اسے پہنچائیں جہاں تک آپ کی آواز پہنچ سکتی ہے۔

[illegible]

حمد وستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

اللہ رحمٰن ورحیم!

میرے ذہن و دل کو ایمان ویقین کے نُور سے بھر دے تاکہ جو فیصلے تو نے میرے حق میں کر دیئے ہیں انہیں شکر کے ساتھ قبول کر لوں۔

میرے بازو میں وہ قوت اور دل و دماغ کو وہ روشنی عطا کر کہ اپنے حُسنِ تدبیر سے ان مشکلات پر قابو پا لوں جن کا حل تو نے میری کوشش اور عمل پر منحصر کر رکھا ہے۔

مجھے وہ سمجھ بھی عطا فرما کہ میں تقدیر کے صحیح مطلب اور مفہوم کو سمجھ سکوں اور جو مصائب و آلام میری کوتاہیوں یا بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں انہیں اپنی "قسمت" کا لکھا نہ سمجھوں۔

●

اِس دعا کو اپنے قلب و ذہن میں اتار لیں۔ کارزارِ حیات میں اسے مشعلِ راہ بنائیں۔ اس آخری حد تک اسے پہنچائیں جہاں تک آپ کی آواز پہنچ سکتی ہے ——!!

اہلِ ثروت سے درخواست ہے کہ

وہ اِس مشن میں دل کھول کر حصّہ لیں اور اس پیغام کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کر کے نجی و ملّی زندگی میں اِنقلابِ عظیم برپا کر دیں

●

سید عزیز الرحمٰن شاہ پیرزادہ
منگھوپیر روڈ۔ سائیٹ۔ کراچی ۱۶ (نزد حبیب بینک)
ایسٹرن سٹوڈیو / الائیڈ بینک / سندھ پرنٹنگ ورکس۔

خط وکتابت کا پتہ
معرفت پوسٹ بکس نمبر ۳۶۵۲۔ کراچی نمبر ۱۶
فون معرفت ۲۹۱۶۱۰ —— ۲۹۰۴۴۰

المشتہرا
قاری سید روح الحسن معرفت سندھ پرنٹنگ ورکس نمبر ۱ تا ۲۱ شاپنگ سنٹر منگھوپیر روڈ۔ سائیٹ۔ کراچی (پاکستان)

مولانا امین احسن اصلاحی کے استاد

امام حمید الدّین فراہیؒ

کے تفکّر و تدبّرِ قرآن کا مرقّع

مجموعۂ تفاسیرِ فراہیؒ

اعلیٰ دبیز کاغذ پر بڑے سائز (۲۲x۲۹/۸) کے ۶۳۵ صفحات
عمدہ آفسٹ کی طباعت اور سنہری ڈائی والی مضبوط اور دیدہ زیب جلد کے ساتھ

ہدیہ صرف -/۶۰ روپے (علاوہ محصول ڈاک)

ماہ ربیع الاوّل کے دوران طلب فرمانے والے حضرات کو
مولانا فراہیؒ کی دو مزید تصانیف: 'اقسام القرآن'
اور ذبیح کون ہے ؟' مفت ارسال کی جائیں گی -

نوٹ : وی پی ارسال نہیں کیا جائے گا - خواہشمند حضرات -/۷۰ روپے
بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں - کتاب بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ ارسال کر دی جائیگی

مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن، ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

POWER

Professional Sportshoes

Bata

Regd. L No. 7360

MONTHLY **"MEESAQ"** LAHORE

Vol. 32	DECEMBER 1983	No. 12

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچاکر قومی معیشت کو مستحکم بنایئے

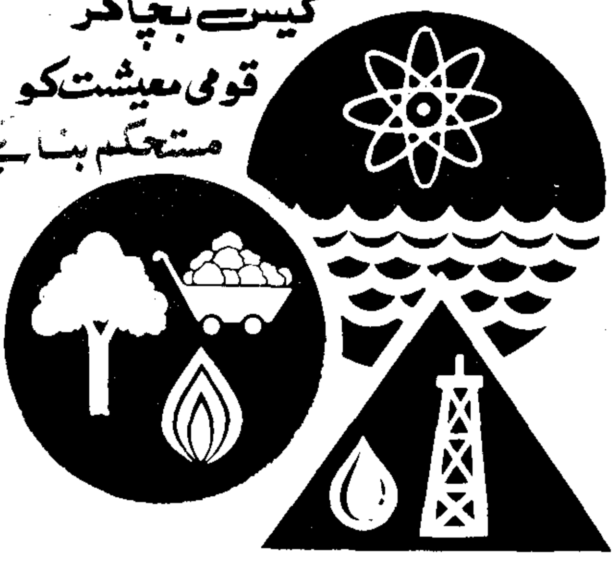

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے. توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں. ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جارہی ہے. آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی.

قدرتی گیس بہت زیادہ قیمتی ہے. اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ